ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۷ مارچ ۱۹۶۲ء

9/46

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ

(متفق علیہ)

ترجمہ! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ تمام اعمال میں افضل کون سا عمل ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا پھر کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ عرض کیا گیا پھر کون سا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا حج مبرور (بخاری مسلم)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا قُلْنَا ثُمَّ اَیٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ! حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ: اللہ تعالےٰ کو کون سا عمل محبوب پسندیدہ ہے آپ نے فرمایا نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا پھر میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا ہے آپ نے فرمایا اللہ رب العزت کے رستہ میں جہاد کرنا۔ اس حدیث کو امام بخاری ومسلم نے روایت کیا

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ترجمہ! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل افضل ہے آپؐ نے فرمایا اللہ تعم پر ایمان لانا اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَغَدْوَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا (متفق علیہ)

ترجمہ! حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ (جہاد) میں صبح وشام گزارنی، دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے (بخاری ومسلم)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ مُؤْمِنٌ یُّجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ مُؤْمِنٌ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ اللّٰهَ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ (متفق علیہ)

ترجمہ! حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ، لوگوں میں سب سے بہتر آدمی کون سا ہے، آپ نے فرمایا وہ مومن جو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے اس نے عرض کیا اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا وہ مسلمان جو گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے (بخاری ومسلم)

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْهَا وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْهَا وَالرَّوْحَةُ یَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَوِ الْغَدْوَةُ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْهَا (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کرنا دنیا اور جو دنیا پر ہے سب سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کو جنت میں ایک کوڑے کی جگہ مل جانا دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے سب سے بہتر ہے اور شام کو اللہ تعالےٰ کے راستے میں (جہاد کے لئے) جانا یا صبح کو جانا دنیا اور جو کچھ دنیا پر ہے سب سے بہتر ہے اس حدیث کو امام بخاری نے اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اصل ایمان حضورؐ کی محبت ہے!

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

(متفق علیہ)

ارشاد:۔ تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو اپنے ماں باپ اور اس کی اولاد الغرض تمام لوگوں سے پیارا نہ ہو جاؤں ــــ

نوٹ:۔ خط وکتابت کرتے وقت خریداری چیٹ کا حوالہ دینا از حد ضروری ہے

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
فون ۶۷۵۴۵



سالانہ چندہ
۱۱ روپے
ششماہی
۶ روپے

جلد ۹ | ۲۷ مارچ سنہ ۱۹۶۴ء بمطابق ۱۲ ذی قعدہ سنہ ۱۳۸۳ھ | شمارہ ۴۴

کافر حکومت کا مثالی اقدام

مسلمان حکومتوں کے لئے تازیانۂ عبرت

مغربی جرمنی کی یہ خبر تمام پاکستانی اخبارات میں چھپ چکی ہے کہ تقریباً تین سو مسلمان مزدوروں کے لئے جو ریلوے لائن پر کام کرتے ہیں جرمن حکومت نے ایسے ریل کے ڈبوں کا انتظام کیا ہے جن میں نماز کے لئے باقاعدہ کمرے بنے ہوئے ہیں اور ان میں وضو کے لئے غسل خانے کا خصوصی انتظام ہے۔ یہ ڈبے ٹھیک وقت پر نمازیوں کی سہولت کے لئے کام کرنے والے مزدوروں کے ٹھکانوں پر پہنچا دیئے جاتے ہیں اور اس طرح مسلمان مزدور نماز باجماعت ادا کر لیتے ہیں۔

ایک کافر حکومت کا نماز کے لئے اس قدر اہتمام و انصرام اور مزدوروں کے مذہبی حقوق کی پاسداری کا یہ عالم دنیا کی تمام مسلمان حکومتوں کے لئے تازیانۂ عبرت نہیں تو اور کیا ہے ہماری معلومات کے مطابق روئے زمین پر صرف سعودی عرب کا خطہ ایک ایسا خطہ ہے جہاں اوقات صلوٰۃ کے دوران تمام کاروبار معطل کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی مسلمان مملکت میں نماز کے اوقات کی رعایت نہیں کی جاتی اور یہ مسلمانوں کے لئے … سخت افسوس اور ندامت کا مقام ہے۔ خود مملکت خداداد پاکستان جسے اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور اس عہد کے ساتھ حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں کتاب و سنت کے مطابق قوانین کو رواج دیا جائے گا اور اس خطۂ زمین میں دین مبین کی شمع روشن کی جائے گی وہاں بھی نماز کے اوقات کی کوئی رعایت نہیں کی جاتی۔ بلکہ اس کے برعکس اوقات صلوٰۃ کے دوران ہر قسم کی بے حیائیوں کے لئے کھلی چھٹی ہے مسجدوں کے دروازوں پر تلاوت قرآن کے مقابلہ میں فحش گانے اور بے حیائی کے نغمے ریڈیو سے نشر ہوتے رہتے ہیں لیکن کسی کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔

ہماری گاڑیوں کا یہ حال ہے کہ سفر کے دوران نماز کا وقت ہو جائے تو نمازی نماز ہی ادا نہیں کر سکتا اور نماز باجماعت تو خیر بڑی بات ہے۔ اسے انفرادی نماز ادا کرنے میں بھی سخت دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے نہ وضو کا اہتمام نہ سجدہ دینے کو جگہ میسر اور اگر بمشکل تمام تھوڑی بہت جگہ کھچا کھچ بھرے ہوئے ڈبے میں لوگوں کی رواداری کے باعث ہاتھ آ جائے تو استقبال قبلہ کی رعایت کرنا مشکل ہو جاتا ہے غرض کوئی ایک تکلیف ہو تو اس کا رونا روئیے اور ایک مشکل ہو تو اس کا ذکر کیجئے یہاں تو یہ عالم ہے ؎

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

تاہم ہم اپنی معزز و مؤقر حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مغربی جرمنی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ریل کے مسافروں کے لئے باجماعت نماز کی سہولتیں فراہم کرے تاکہ مسلمان دلجمعی کے ساتھ اپنے فرض سے سبکدوش ہو جایا کریں اور انہیں نماز ادا کرنے میں دقتیں پیش نہ آئیں۔ اگر مسافر گاڑیوں میں کھانے کے لئے ڈائننگ کار کا بندوبست کیا جا سکتا ہے تو حکومت … کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ ہر گاڑی کے ساتھ نماز کے لئے بھی ایک کوچ لگا دیا کرے اور اس طرح مسلمانوں کی نیک اور مخلصانہ دعاؤں اور اللہ کی رحمتوں اور نصرتوں کی مستحق ٹھہرے۔ ہمارے خیال میں حکومت آسانی کے ساتھ یہ احکام صادر فرما سکتی ہے اور اگر بالفعل نماز کے لئے علیحدہ کوچ لگانے میں کوئی دشواری ہو تو کم از کم ریل گاڑیوں کے اوقات اس طرح مقرر کئے جائیں کہ نماز کا وقت کسی نہ کسی اسٹیشن پر آئے اور وہاں نماز کے لئے باقاعدہ انتظام ہو یا کچھ اسٹیشن اس مقصد کے لئے مقرر کر دیئے جائیں کہ وہاں نماز ادا کی جا سکے اور گاڑیاں نماز کے اوقات میں ہی وہاں سے گزریں چنانچہ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بعض اسٹیشنوں پر لنچ اور ڈنر کے لئے گاڑیاں زیادہ دیر تک ٹھہرتی ہیں اور اگر لنچ اور ڈنر کے لئے گاڑیوں کو دیر تک روکا جا سکتا ہے تو ایک فریضۂ اسلامی ادا کرنے کی خاطر بھی گاڑیوں کو چند منٹ تک روکا جا سکتا ہے۔ پھر مسلمان حکومت پر تو از روئے شریعت یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ہر بالغ مسلمان کو زبردستی نماز پڑھوائے اور اسے اس سلسلہ میں ہر قسم کی سہولتیں مہیا کرے۔ لیکن تعلیمات اسلامیہ سے غفلت کے باعث ہماری بد قسمتی ہے کہ یہاں عوام کو حکومت سے ایسی گزارشات کرنا پڑتی ہیں

کیا ہم اپنی معزز حکومت سے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ ہماری گزارشات کو جلد از جلد شرف قبول سے نوازے گی اور فی الحال کم از کم اتنا انتظام ضرور کر دے گی کہ نماز کے عادی اصحاب اطمینان کے ساتھ نماز باجماعت ادا کر لیا کریں اور جن کی نمازیں سفر میں چھوٹ جاتی ہیں ان کو بھی نماز پڑھنے کی ہمت ہو جائے۔

— وما علینا الا البلاغ —

مجلس ذکر ۴ ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ ۱۹ مارچ ۱۹۶۴ء

رزق حلال کے بغیر ذکر اللہ کی توفیق نہیں ہوتی

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

گزشتہ سفر میں کئی لوگوں نے سوال کئے کہ ہمیں عبادت میں لطف و سرور نہیں آتا اور اللہ اللہ کرتے میں دل نہیں لگتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کئی بوڑھے حضرات فرماتے ہیں کہ دعائیں کرتے کرتے عمر گزر گئی ہے لیکن قبولیتِ دعا کی صورت نظر نہیں آتی —

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس صورت میں اپنے سامانِ خورد و نوش کا جائزہ لیا کریں کیونکہ حرام کھانے سے عبادت اور ذکر اللہ کی توفیق نہیں ہوتی اور کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی

اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا۔

اللہ تعالےٰ پاک ہے اور پاک چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے۔ آج آپ اپنے اردگرد کا جائزہ لیں کہ کتنے لوگ حلال کماتے اور رزقِ حلال کھاتے ہیں؟ اکثر شادی بیاہ میں لڑکی والے پوچھتے ہیں کہ لڑکے کی بالائی آمدنی یعنی حرام کی آمدنی کتنی ہے آج وراثت میں بہنوں کا حق ادا نہیں کیا جاتا اکثر لکھ پتی اور کروڑ پتی زکوٰۃ نہیں دیتے تو پھر ان کا مال کیسے پاک ہو سکتا ہے جب مال ہی ناپاک ہے تو پھر عبادت کی توفیق کیسے ہو! اور اللہ تعالےٰ کی رحمت شاملِ حال کیوں کر ہو؟

اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے لذات و شہوات میں مبتلا ہو کر کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا جس کے نتیجہ میں ان پر قیامت تک ذلت و لعنت برستی رہے گی۔ آج جتنی بھی اسلامی حکومتیں ہیں۔ سب کی مالیات کی بنیاد بنک پر ہے اور بنک کی بنیاد سود پر ہے اور سود لینے دینے اور سودی کاروبار کرنے والوں کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا اعلان جنگ ہے۔ اور مسلمانوں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ شراب نوشی، بدمعاشی لذات و شہوات میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ہر بڑے شہر میں شراب کی دکانیں ہیں۔ کوئٹہ میں فوجی چھاؤنی میں شراب کھلے بندوں بکتی اور پی جاتی ہے۔ بے ایمانی، چوری جھوٹ سے نفرت نہیں۔ تجارت و زراعت سب غیر اسلامی ہیں اور کہتے ہیں کہ رشوت و جھوٹ کے بغیر کاروبار نہیں چل سکتا۔ غرض ہر ایک کام میں اللہ اور اس کے رسول ؐ سے اعلانِ جنگ ہے۔ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔ یہ مسلمانوں کا حال ہے پھر ہم پر کیسے رحمت خداوندی نازل ہو؟ کیونکہ ہماری عبادات قبول ہوں اور ذکر و شغل کی لذت کیسے نصیب ہو جائے ابتدائے اسلام میں دنیا یہ نظارہ دیکھ چکی ہے کہ مٹھی بھر مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوئی۔ آج دنیا میں مسلمان ۷۰ کروڑ کی تعداد میں ہیں لیکن رحمت خداوندی سے محروم ہیں۔ ہر ملک میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں یہ سب ہماری بد اعمالیوں اور خدا کے قانون کو پسِ پشت ڈالنے کا نتیجہ ہے

یاد رکھو! اگر آج ہم سنبھلنے کی کوشش کریں، اپنی غلطیوں کو دور کریں اکل حلال کو شعار بنائیں۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بن سکتے ہیں۔ عبادات و ذکر اللہ میں لطف و سرور حاصل ہو سکتا ہے چین و اطمینان کی زندگی نصیب ہو سکتی ہے —

حضرت ابراہیم ادھم ؒ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بازار میں بیچا کرتے تھے اور آواز لگایا کرتے تھے کہ ہے کوئی پاک کے بدلے پاک دینے والا۔ یہ تھا اہتمام اکل حلال کا بزرگوں کے نزدیک اور ہماری حالت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ حضرت ؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک نیک آدمی جس کے دل میں کثرت ذکر اللہ سے چراغ روشن تھا سنہری مسجد لاہور کے قریب بازار میں آ رہا تھا کہ اس کی نظر ایک نوجوان ہندو دوشیزہ پر پڑ گئی نظر پڑنے کی دیر تھی کہ وہ چراغ گل ہو گیا اور پھر روشن نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ بہت نازک مزاج ہیں اور وہ پسند ہی نہیں کرتے کہ ہم سے بھی تعلق ہو اور نظر دوسروں پر بھی پڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم .... کا ارشاد ہے کہ غیر محرم پر پہلی نظر جو اچانک پڑ جائے معاف ہے لیکن دوسری مرتبہ اس کی طرف نگاہ کرنا حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخی عورتوں کی نشانی یہ بتائی ہے —

مائلاتٍ ممیلاتٍ دوسروں کی طرف مائل ہونے والیاں اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والیاں اور آج اکثر عورتوں کا یہی حال ہے۔ پھر مسلمان نوجوانوں کے ایمان کا جائزہ لیں کہ کتنے مسلمان ہیں جو اپنی نگاہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور کتنی مسلمان عورتیں ہیں۔ جو باپردہ رہتی ہیں۔ حضرت ؒ فرمایا کرتے تھے کہ چکلے میں بیٹھنے والیاں ان شرفاء کی بہو بیٹیاں اُن سے زیادہ باحیا ہیں جو بنا ؤ سنگھار کر کے انارکلی اور مال روڈ یا بازاروں میں دوسروں کے ایمانوں پر ڈاکہ مارتی پھرتی ہیں —

محترم حضرات

آج بہت نازک زمانہ جا رہا ہے لوگوں کے ایمان سخت خطرے میں ہیں، اس صورت میں آپ اپنے خورد و نوش کا جائزہ لیں، اپنی نگاہ کی حفاظت فرمائیں اگر اچانک ایک نظر کسی غیر محرم پر پڑ جائے تو دوبارہ نہ دیکھیں، کوئی خلافِ شریعت کام نہ کریں اور ہر وقت یادِ الٰہی میں شاغل رہیں۔ لیکن افسوس کہ ایک طرف تو ہمارے کردار کی یہ حالت ہے کہ، غیبت، چغلخوری، کبر، حسد ریا، چوری، جھوٹ، بے ایمانی اور سب برائیاں ہم میں موجود ہیں۔ حلال و حرام میں تمیز نہیں اور اس کے باوجود دوسری طرف ہم سب سے اعلیٰ و برتر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ہمیں اپنی کمزوریوں کا احساس نہیں۔ خدا کا خوف دلوں سے اٹھ گیا ہے انجام پر نظر نہیں اور غفلت کا شکار ہو کر اللہ کی رحمتوں سے دور ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دنیا میں ذلیل و خوار ہیں ہم

اللہ تعالےٰ ہم سب کو راہ راست پر چلنے کی ہمت اور حلال و حرام میں تمیز کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے اور ہم سب کو شیطانی کاموں سے محفوظ رکھے

خطبہ جمعہ ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۶۴ء بمطابق ۵ ذی قعدہ سنہ ۱۳۸۳ھ

(۶)

تقویٰ شعار و پرہیزگار اور سچا مسلمان وہی ہے جو خالق و مخلوق سب کے حقوق ادا کرے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

بزرگان محترم!

میں گزشتہ پانچ جمعوں سے عنوانِ بالا کے تحت ہی اپنی گزارشات آپ کے گوش گزار کر رہا ہوں۔ اس سے قبل خطباتِ جمعہ میں حقوق اللہ، حقوق الرسول، حقوق الوالدین، پڑوسیوں، یتامیٰ، مساکین غلاموں اور دوسرے مسلمانوں کے حقوق کے سلسلے میں اسلامی نقطۂ نگاہ کی وضاحت ہو چکی ہے اور اختصار کے ساتھ عرض کیا جا چکا ہے کہ ایک تقویٰ شعار و پرہیزگار اور سچا مسلمان کس طرح از روئے شریعت ان تمام حقوق کا پابند ہے۔ آج کی معروضات میں یہ وضاحت کرنا مقصود ہے کہ ایک سچے مسلمان کا غیر مسلموں سے کیا سلوک ہونا چاہیئے کیونکہ غیر مسلم بھی بہر حال حق تعالےٰ شانہٗ کی مخلوق ہیں اور اس لئے اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے ان کے حقوق بھی مقرر فرما دیئے ہیں۔ اب سچا مسلمان فقط وہی ہو سکتا جو اللہ تعالےٰ کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں مخلوق کے تمام حقوق کی بھی نگہداشت کرے۔

برادرانِ اسلام! درحقیقت اسلام عبارت ہی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے ہے۔ ایک مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ جل شانہ کے حقوق کے ساتھ بندوں کے حقوق بھی ادا کرے۔ اگر ایک شخص اللہ تعالےٰ کے حقوق ادا کرتا ہے، نماز روزہ اور دیگر ارکانِ اسلام کا پابند ہے مگر مخلوقِ خداوندی کے ساتھ ظلم و زیادتی کرتا ہے۔ بندوں کے حقوق غصب کرتا ہے، ان کے ساتھ بد سلوکی سے پیش آتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی مخلوق میں سے انسانوں یا حیوانوں کسی کو بھی دُکھ یا ایذا پہنچاتا ہے تو اسلام کی نگاہ میں یہ مجرم ہے اور جب تک وہ اپنے جرم و گناہ کی تلافی نہ کر دے اس کی نجات نہیں ہو سکتی اور نہ وہ جنت کا منہ دیکھ سکتا ہے۔ شریعت اسلامیہ تو اس باب میں یہاں تک فتویٰ دیتی ہے کہ قیامت کے دن حق تعالےٰ شانہٗ اپنے حقوق تو بعض نیک کاموں اور توبہ کے صدقے میں معاف فرما دیں گے لیکن حقوق العباد جب تک وہ بندے جن کے حقوق غصب کئے گئے ہیں یا جن کو دُکھ پہنچایا گیا ہے خود معاف نہ کریں، حق تعالےٰ شانہٗ بھی معاف نہ فرمائیں گے۔

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوْا الْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَّا دِرْھَمَ لَہٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِصَلٰوۃٍ وَّصِیَامٍ وَّزَکٰوۃٍ وَّیَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ ھٰذَا وَقَذَفَ ھٰذَا وَاَکَلَ مَالَ ھٰذَا وَسَفَکَ دَمَ ھٰذَا وَضَرَبَ ھٰذَا فَیُعْطٰی ھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ وَھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ فَاِنْ فَنِیَتْ... حَسَنَاتُہٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْہِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاھُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْہِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ (رواہ المسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟" انہوں نے عرض کی "ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم نہ ہو اور نہ کوئی سامان ہو۔" تب آپ نے فرمایا "میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا" اور ایسے حال میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا کسی کو مارا ہوگا پھر اس (مظلوم) کو اس دُکھ تکلیف دینے والے نمازی، روزہ دار اور زکوٰۃ ادا کرنے والے نیک، شخص کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا۔ پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اس سے پہلے کہ وہ حق ادا کئے جائیں جو اس کے ذمہ ہیں تو ان کے گناہوں میں سے (گناہ) لئے جائیں گے پھر وہ گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اُسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

حاصل

یہ نکلا کہ حقوق العباد قیامت کے دن بھی معاف نہیں ہوں گے اور ان کا بدلہ دلایا جائے گا۔ یاد رکھیئے! جس طرح حقوق العباد کے ادا نہ کرنے والا دوزخ کا ایندھن بنے گا اسی طرح حقوق اللہ کے نہ ادا کرنے والا بھی عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتا اور اسے بھی جہنم میں جانا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ان جملہ حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے خاص فضل و کرم سے جنت میں پہنچائے آمین۔

حقوق العباد

کے سلسلے میں حجۃ الوداع کے موقع پر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلَا وَاِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ دِمَائَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ فِیْ شَہْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا

یاد رکھو! خون یعنی جان اور مال اور آبرو باہم ایک دوسرے پر قیامت تک ویسے ہی حرام ہیں جیسے آج کے محترم دن میں محترم مہینے میں اور محترم بلد میں حرام ہیں

پس

اے مسلمانو! مسلمانوں کے مال کی حفاظت کرو، جان کی بھی حفاظت کرو اور آبرو کی بھی حفاظت کرو اس لئے کہ یہ سب حقوق العباد میں شامل ہیں

محترم حضرات!

یاد رہے کہ حقوق العباد کے سلسلے میں صرف یہ قید نہیں کہ مسلمانوں کے حقوق ہی ادا کرنا ضروری ہیں بلکہ اسلام نے تو غیر مسلموں اور حیوانات تک کے حقوق مقرر کر دیئے ہیں اور مسلمانوں کو عبادات کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ معاملات کی صفائی اور معاشرات کے اہتمام کی پُر زور تلقین کی ہے بلکہ معاملات اور معاشرات کے اہتمام پر کچھ زیادہ ہی زور دیا ہے۔

حدیث نبوی کی شہادت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا (بیہقی)
تو لوگوں کے لئے وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو پکا مسلمان ہو جائیگا۔

نتیجہ

یہ نکلا کہ پکا مسلمان جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے حقوق کی رعایت رکھتا ہے پھر اس ارشاد میں "الناس" کے لفظ نے مسلم و غیر مسلم کی تمیز اٹھا دی جس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر مسلم کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اپنے لئے خاتمہ بالخیر کی دعا کرتے ہو تو اس کے لئے بھی یہی دعا کرو کہ خدا اسے ایمان کی دولت سے نوازے وہ مسلمان ہو جائے اور اس کا بھی خاتمہ بالخیر ہو۔ اپنے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت چاہتے ہو تو اس کے جان و مال اور عزت و آبرو کی بھی حفاظت چاہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ کوئی تمہاری بہو بیٹی کی طرف بری نگاہ سے نہ دیکھے تو اس کے لئے بھی یہی چاہو کہ کوئی اس کی بہو بیٹی کی طرف بھی بری نگاہ نہ اٹھائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ہے۔ آپ تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بھی موجود تھے۔ حاتم طائی کی بیٹی آپ کے حضور میں لائی گئی اس حالت میں کہ سر پہ اوڑھنی نہ تھی آپ نے اسی وقت حکم دیا کہ اسے دوپٹہ اڑھاؤ اور نہایت عزت و تکریم سے بیٹیوں کی طرح بٹھاؤ اور اس سے اپنی بیٹی کا سا سلوک کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا "حضور! یہ کافر کی بیٹی ہے" رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بیٹی سب کی بیٹی ہے۔ خواہ کافر کی ہو۔ آج تم اسے اوڑھنی اڑھاؤ کل تمہاری بچیوں کو اوڑھنیاں اوڑھائی جائیں گی۔ آج اس بیٹی کی عزت کرو کل تمہاری بچیوں کی عزت کی جائے گی۔ آج اس کے سر پہ پدرانہ محبت و شفقت کا ہاتھ دھرو کل تمہاری بچیوں کے سر پہ محبت و شفقت کا ہاتھ دھرا جائے گا" غرض پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی بیٹی کی بھی عزت و تکریم اپنی بیٹیوں کی طرح کی۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ آج مسلمانوں کے ہاتھوں ہی مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کی عزت محفوظ نہیں۔

تفو بر تو چرخ گرداں تفو

دوسری شہادت

تَصَدَّقُوْا عَلٰى اَهْلِ الْاَدْيَانِ كُلِّهَا
ترجمہ! تمام اہل ادیان پر صدقہ کرو (ابن ابی شیبہ)

تیسری شہادت

اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اللّٰهِ وَاَحَبُّهُمْ اِلَيْهِ اَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهٖ (طبرانی)
تمام مخلوقات اللہ تعالے کا عیال ہے اور اللہ کا پیارا وہ ہے جو اس کے عیال کو زیادہ فائدہ یا نفع پہنچائے۔ (طبرانی)

چوتھی شہادت

دِيَةُ الذِّمِّيِّ دِيَةُ الْمُسْلِمِ (طبرانی)
ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔

نتیجہ

یہ نکلا کہ کافر و مسلم کی دیت برابر ہے

پانچویں شہادت

مَنْ قَذَفَ ذِمِّيًّا حُدَّ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِسِيَاطٍ مِنْ نَارٍ (طبرانی)
جس نے ذمی (مسلمان حکومت کی غیر مسلم رعایا) پر تہمت لگائی اس کو قیامت کے دن آگ کے کوڑوں سے حد لگائی جائے گی۔

حاصل

یہ نکلا کہ مسلم و غیر مسلم کسی پر بھی تہمت لگانا بدترین گناہ ہے ــ اور اس کی سزا جہنم کے کوڑے ہوں گے۔

چھٹی شہادت

مَنَعَنِيْ رَبِّيْ اَنْ اَظْلِمَ مُعَاهِدًا اَوْ لَا غَيْرَهٗ (حاکم)
مجھے خدا نے منع کیا ہے کہ ذمی یا غیر ذمی یعنی مسلم یا غیر مسلم پر ظلم کروں

نتیجہ

یہ نکلا کہ ظلم کرنا جس طرح مسلم پہ ناجائز ہے اسی طرح غیر مسلم پر بھی ناجائز ہے ظلم ہر حال میں ظلم ہے۔

ساتویں شہادت

اِتَّقُوْا دَعْوَةَ الْمُعْسِرِ (کتاب فردوس دیلمی)
تنگ دست کی بد دعا سے بچو۔

آٹھویں شہادت

لَا تَقْتُلُوْا تُجَّارَ الْمُشْرِكِيْنَ (کتاب فردوس دیلمی)
مشرک سوداگروں کو جنگ میں قتل نہ کرو
اندازہ فرمایئے کس قدر رعایت کافروں تک سے برتی جا رہی ہے کہ اگر وہ جنگ میں شریک نہیں اور تمہارے مقابلے پر قتال کرنے کے لئے نہیں آئے تو ان کو بھی قتل نہ کرو ــ

بزرگانِ محترم! ان شواہد کے علاوہ جو مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کئے گئے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا طرز عمل اور ان کی ساری زندگی اس بات پر شاہدِ عادل ہے کہ انہوں نے کافروں مشرکوں اور اپنی جان کے بدترین دشمنوں تک سے حسنِ سلوک کا معاملہ کیا اور ہمیشہ عفو و درگزر سے کام لیا۔

جنگ اُحد کا واقعہ

شفاء عیاض میں لکھا ہے کہ جنگ اُحد میں کفار نے آپ کے دندانِ مبارک شہید کر دیئے۔ سر مبارک میں زخم پہنچائے حتیٰ کہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غار میں گر گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ سے کافروں کے حق میں بد دعا کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فوراً جواب دیا "اے میرے جاں نثار اور محبوب ساتھیو! میں لعنت کرنے کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ مجھے میرے اللہ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور رحمت بنا کر بھیجا ہے" اس کے بعد آپ نے یہ دعا فرمائی" اے

باقی ص۱۷

شوقِ جنّت

راشدہ کا نذیر پنھالی

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالٰے نے جنت کو بنایا تو اپنے مقرب فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ تم جاؤ اور اس کو دیکھو کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے اور اس میں ہم نے کیسی کیسی نعمتیں پیدا کی ہیں) چنانچہ وہ گئے اور انھوں نے جاکر جنت کو اور راحت ولذت کے ان سامانوں کو دیکھا جو اللہ تعالٰی نے اہل جنت کے لئے اس میں تیار کئے ہیں اور پھر حق تعالٰی کے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

خداوندا! آپ کی عزت وعظمت کی قسم آپ نے تو جنت کو اتنا حسین بنایا ہے اور اس میں راحت ولذت کے ایسے ایسے سامان پیدا کئے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ جو کوئی بھی اس کا حال سن پائے گا وہ اس میں ضرور پہنچے گا (یعنی دل وجان سے اس کا طالب بن جائے گا اور پھر اس میں پہنچنے کے لئے جو اچھے اعمال کرنے چاہئیں وہ پوری مستعدی کے ساتھ وہی اعمال کرے گا اور جن برُے کاموں سے بچنا چاہیئے ان سے پوری طرح بچے گا اور اس طرح وہ اس میں پہنچ ہی جائے گا، پھر اللہ تعالٰی نے جنت کو سختیوں اور مشقتوں سے گھیر دیا ... یعنی جنت کے گرد شرعی احکام کی پابندی کی باڑھ لگا دی جو طبیعت اور نفس کے لئے بہت شاق اور گراں ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے جنت میں پہنچنے کے لئے احکام و اطاعت کی گھاٹی عبور کرنے کی شرط لگا دی جس میں طبیعتوں کو اور نفسوں کو بڑی سختی اور دشواری محسوس ہوتی ہے اور پھر جبرئیلؑ سے فرمایا اب پھر جاؤ اور پھر اس جنت (اور اس کے گرداگرد لگائی ہوئی نئی باڑھ کو) دیکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ پھر گئے اور جاکر جنت کو پھر دیکھا اور اس مرتبہ آکر فرمایا کہ خداوندا! قسم آپ کی عزت وعظمت کی۔ اب تو مجھے یہ ڈر ہے کہ اس میں کوئی بھی نہ جا سکے گا (مطلب یہ ہے کہ جنت میں جانے کے لئے شرعی احکام کی گھاٹی کو عبور کرنے کی جو شرط آپ کی طرف سے لگا دی گئی ہے، وہ نفس اور نفسانی خواہشات رکھنے والے انسان کے لئے اتنی شاق اور اس قدر دشوار ہے کہ اس کو کوئی بھی پورا نہ کر سکے گا، اس لئے مجھے ڈر ہے کہ اب اس جنت کو شاید کوئی بھی حاصل نہ کر سکے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالٰے نے دوزخ کو بنایا تو پھر جبرئیلؑ سے فرمایا کہ جاؤ اور ہماری بنائی ہوئی دوزخ (اور اس میں انواع واقسام کے عذاب کے جو سامان پیدا کئے ہیں ان کو) دیکھو چنانچہ وہ گئے اور جاکر اس کو دیکھا اور آکر عرض کیا خداوندا آپ کی عزت کی قسم (آپ نے تو دوزخ کو ایسا بنایا ہے کہ میرا خیال ہے کہ) جو کوئی بھی اس کا حال سن لے گا وہ کبھی بھی اس میں نہ جائے گا۔ (یعنی ایسے کاموں کے پاس نہیں جائے گا جو آدمی کو دوزخ میں پہنچانے والے ہیں)، اس کے بعد اللہ تعالٰے نے دوزخ کو شہوات اور نفسانی لذات سے گھیر دیا (مطلب یہ ہے کہ نفسانی خواہشات ولذات والے وہ اعمال جن میں انسان کی طبیعت ونفس کے لئے بڑی کشش ہے، جہنم کے گرد ان کی باڑھ لگا دی اور اس طرح جہنم میں جانے کے لئے بڑی کشش پیدا ہو گئی)، اور پھر اللہ تعالٰے نے جبرئیلؑ سے فرمایا، اب پھر جاکر دوزخ کو دیکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرئیلؑ پھر گئے اور جاکر اس کو (اور اس کے گرد شہوات ولذات کی جو باڑھ لگائی گئی تھی اس کو) دیکھا اور عرض کیا۔ خداوندا آپ کی عزت وجلال کی قسم اب تو مجھے یہ ڈر ہے کہ سب انسان اس میں نہ پہنچ جائیں (مطلب یہ ہے کہ جن شہوات ولذات سے آپ نے جہنم کو گھیر دیا ہے ان میں نفس رکھنے والے انسانوں کے لئے اتنی زبردست کشش ہے کہ اُن سے رُکنا بہت مشکل ہے اور اس لئے خطرہ ہے کہ ساری اولادِ آدمؑ نفسانی لذات وشہوات کی کشش سے مغلوب ہوکر دوزخ ہی میں نہ پہونچ جائے (ترمذی، ابوداؤد)

اس حدیث میں خاص ہمارے لئے سبق یہ ہے کہ نفسانی خواہشات جو بظاہر بڑی لذیذ اور بہت مرغوب ہیں ان کا انجام آخرت میں ناامیدی کے زہریلے تیر سے زخمی ہوکر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جلنا ہے اور احکام خداوندی کی پابندی والی زندگی جس میں ہمیں بڑی زحمت اور مشقت محسوس ہوتی ہے اس کا انجام جنت ہے جہاں ایسی ایسی چیزیں ہیں جو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سنی ہیں، جہاں ایسے ایسے ساز وسامان ہیں جو دنیا میں آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئے، جہاں انسان ہمیشہ رہے گا، جہاں موت نہیں ہے، جہاں مسرتیں ہیں، خوشیاں ہیں اور ان سب سے بڑھ کر حق تعالٰے کی رضائے دائمی۔ وہ اس لئے کہ

"وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ" اللہ کی رضا بڑی چیز ہے، اللہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے۔ ذلت دیتا ہے مگر شرعی احکام پر عمل کرنے والوں کو دنیا میں بھی عزت دیتا ہے اور آخرت میں بھی سربلند کرتا ہے تو کیا ہم یہ مشقت نہیں برداشت کر سکتے۔ ہماری یہ دنیوی زندگی جو مشکل سے ستر؂ اسی؂ سال یا اس سے زیادہ یا کم ہے خیر کچھ بھی ہے، فانی ہے اور آخرت کی زندگی لافانی ہے۔ جہاں اپنے اپنے عملوں کا اجر ملتا ہے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اگر ہم نے دنیا میں کارِ خیر کئے ہوں گے تو ہم جنت کے مستحق ہوں گے اور اگر معصیت کی زندگی گزاری ہوگی تو اس کا انجام جہنم ہے جہاں کا ایک لمحہ عمر بھر کے عیش وآرام... کو بھلا دے گا اور جنت وہ مقام ہے جہاں قدم رکھتے ہی زندگی بھر کے دکھ درد اور کلفتیں فراموش ہو جائیں گی۔

اللہ جل شانہٗ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم بھی اپنے نفسوں پر غالب آجائیں اور شرعی احکام پر عمل کرتے ہوئے اپنی اصلی منزل یعنی جنت میں پہنچ جائیں خدا ہمیں بھی سختیوں پہ تحمل کرنے کا جذبہ عطا فرمادے اور ہمیں ایسی عالی ہمتیں دے جس سے ہم جنت کے گرد لگی ہوئی سختیوں اور مشقتوں کی باڑھ کو بلاخوف وخطر پار کر کے اللہ عزّوجلّ کے جوارِ رحمت میں جگہ پا سکیں۔

آمین ثم آمین ؎

قدم چوم لیتی ہے خود بڑھ کے منزل
مسافر اگر اپنی ہمت نہ ہارے

نماز کی فضیلت

صغیرہ بانو شیریں

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے پتے درختوں سے گر رہے تھے آپ نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لی تو اس کے پتے اور بھی گرنے لگے۔ آپ نے فرمایا "اے ابوذر! مسلمان بندہ جب اخلاص سے اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں۔

اخلاص سے نماز پڑھنے سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر ایک بات قابل لحاظ ہے کہ نماز سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے اس لئے نماز کے ساتھ توبہ اور استغفار کا بھی اہتمام کرنا چاہیئے اور اس سے غافل نہ رہنا چاہیئے البتہ حق تعالٰی شانہٗ اپنے فضل سے کسی کے کبیرہ گناہ بھی معاف فرمادیں تو دوسری بات ہے

نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے اس لئے ہر پریشانی میں ادھر متوجہ ہو جانا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جانا ہے اور جب رحمت کی بارش ہو تو پھر کیا مجال کہ کوئی پریشانی باقی رہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے جب آندھی چلتی تو حضور اقدسؐ فوراً مسجد تشریف لے جاتے جب تک آندھی بند نہ ہوتی مسجد سے نہ نکلتے اسی طرح سورج یا چاند گرہن ہوتا تو حضورؐ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ حضرت حذیفہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہو جاتے تھے۔

ابن ماجہ میں لکھا ہے۔ حضرت طلحہ رضؓ نے خواب دیکھا کہ ایک قبیلہ کے دو آدمی حضور اقدسؐ کی خدمت میں آئے اکٹھے مسلمان ہوئے ایک صاحب جو زیادہ ہمت والے تھے وہ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا میں نے خواب میں دیکھا جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں اور وہ دونوں صاحب بھی وہاں ہیں۔ اندر سے ایک شخص آئے اور ان صاحب کو جن کا انتقال ایک سال بعد ہوا تھا اندر جانے کی اجازت ہو گئی اور جو صاحب شہید ہوئے تھے وہ کھڑے رہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر وہ شخص آئے اور ان کو بھی اجازت ہو گئی مجھ سے کہا ابھی وقت نہیں آیا تم واپس ہو جاؤ۔ میں نے صبح کو لوگوں سے تذکرہ کیا لوگوں کو حیرت ہوئی کہ شہید کو پہلے اجازت ملنی چاہیئے تھی۔ آخر حضور تک بات پہنچی حضورؐ نے ارشاد فرمایا "اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟" لوگوں نے عرض کیا "وہ شہید بھی ہوئے زیادہ مستعد اور ہمت والے بھی تھے پھر کیوں پہلے جنت میں داخل نہیں ہوئے" حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کیا انہوں نے ایک سال عبادت زیادہ نہیں کی؟ عرض کیا بیشک کی۔ ارشاد فرمایا۔ کیا انہوں نے پورے رمضان کے روزے نہیں رکھے؟ عرض کیا گیا بیشک رکھے۔ فرمایا ایک سال کی نمازوں کے سجدے زیادہ کرنے سے ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہو گیا۔" اس نوع کے قصے کئی لوگوں کو ساتھ پیش آئے۔ حقیقت میں ہم لوگوں کو اندازہ نہیں کہ نماز کتنی قیمتی چیز ہے۔ آخر کوئی تو بات ہے جو حضور اقدسؐ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بتایا ہے۔ اندازہ فرمائیے: حضورؐ کی آنکھ کی ٹھنڈک جو انتہائی محبت کی علامت ہے کوئی معمولی چیز ہے!

ایک صحابی فرماتے ہیں ہم لوگ جب خیبر کو فتح کر چکے۔ تو لوگوں نے اپنے مال غنیمت کو نکالا جس میں متفرق سامان تھا اور قیدی بھی تھے۔ خرید و فروخت شروع ہو گئی اتنے میں ایک صحابیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے آج کی اس تجارت میں اتنا نفع ہوا کہ ساری جماعت میں سے کسی کو بھی اتنا نفع نہ مل سکا۔ حضورؐ نے تعجب سے پوچھا "کتنا کمایا؟ ......" انہوں نے عرض کیا "حضور میں خریدتا رہا بیچتا رہا۔ جس میں تین سو اوقیہ چاندی نفع میں بچی"۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "میں تمہیں بہتر نفع کی چیز بتاؤں" انہوں نے عرض کیا "ضرور بتائیں" ارشاد فرمایا "فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل"۔

ایک اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے اور ایک درم تقریباً چار آنے کا۔ اس حساب سے تین ہزار روپیہ ہوا۔ لیکن سردار دو عالم سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا کہ کیا نفع ہوا۔ واقعی نفع تو وہ ہے جو ہمیشہ قائم رہنے والا ہو اور وہ کبھی ختم نہ ہو۔ اگر حقیقت میں ہم لوگوں کے ایمان ایسے ہو جائیں کہ دو رکعت نماز کے مقابلہ میں تین ہزار روپے کی بھی کوئی حقیقت نہ رہے تو پھر ہی لطف زندگانی ہے نماز پڑھنے کا یہ مطلب نہیں کہ اٹھے، بے دلی سے وضو کیا جلدی جلدی ٹکریں مار کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ نماز میں خشوع و خضوع کا ہونا لازمی ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز میں رکوع اچھی طرح نہ کیا جائے تو اس کی مثال ایک ایسی عورت کی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچہ ہونے کا وقت قریب آئے تو اسقاط ہو جائے (ترغیب)

نیت باندھتے وقت سکون سے کھڑے ہونا چاہیئے۔ سارے کاموں کو دل سے بھلا دینا چاہیئے اور یہ سوچنا چاہیئے کہ کس کے سامنے ... کھڑے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ نے حضرت زاہد بلخی سے پوچھا "تم کس طرح نماز پڑھتے ہو؟" انہوں نے کہا اول نہایت اطمینان سے وضو کرتا ہوں پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنی ہے پھر نہایت اطمینان سے اس طرح کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے سامنے ہے، میرا پاؤں پلصراط پہ ہے۔ داہنی طرف جنت بائیں طرف دوزخ اور موت کا فرشتہ سر پہ ہے پھر دل میں یہ خیال کر لیتا ہوں کہ یہ نماز میری زندگی کی آخری نماز ہے۔ اور اس کے بعد شاید کوئی نماز مجھے نصیب نہ ہو اس وقت میرے دل کی حالت اللہ ہی جانتا ہے۔ نہایت عاجزی سے اللہ اکبر کہتا ہوں معانی پہ غور کر کے قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہوں۔ تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، عاجزی سے سجدہ کرتا ہوں اطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں اور پھر اللہ کے فضل سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ اپنے اعمال پر مغرور نہیں ہوتا اور ہر وقت خوف خدا کو سامنے رکھتا ہوں۔ بزرگ نے پوچھا کتنی مدت سے ایسی نمازیں پڑھتے ہو؟ فرمایا "۳۰ برس سے" بزرگ رونے لگے اور فرمایا کاش ایسی نمازیں ہمیں بھی نصیب ہو جاتیں اور

باقی بر صفحہ ۹

استاذ علی الطنطاوی

ہم سب کو مرنا ہے

کیا تم نے کسی دن کوئی جنازہ دیکھا؟ کیا تم اس کو جانتے ہو یہ کون ہے جب یہ چلتا تھا تو زمین ہل جاتی تھی اور جب بات کرتا تھا تو لوگوں کے کان کھڑے ہو جاتے تھے اور جب غصے ہوتا تھا تو لوگ ہیبت کھا جاتے تھے لیکن کیا ہوا؟ اس پر یہ وقت آیا کہ آج بے روح جسم ہے اور ایک لاشہ، اس پر ایک مکھی بیٹھ جائے تو ہٹا نہیں سکتا اور اگر اس کو کتا گھسیٹ لے جائے تو اپنے کو بچا نہیں سکتا۔

اور کیا تم نے سُنا کہ یہ لڑکی کتنی تھی، لوگ اس کو دیکھ کر فتنے میں پڑ جاتے تھے، حسن و جمال میں یکتائے روزگار تھی۔ گویا حسن وجمال کا سراپا تھی، لیکن آج اس پر بھی ایک ایسی گھڑی آ گئی کہ روح نکل گئی اور اس کا جسم بے روح رہ گیا اور ایک مردہ جسم سڑا اور گل جانے والا، آج اس کے جسم میں خاک ہے اور یہ کیڑوں کی آماجگاہ، جو لوگ کل تک ہزاروں روپیہ خرچ کر کے اس کا حسن وجمال خریدا کرتے تھے آج بدبو اور بے جان لاشہ ہونے کی وجہ سے قریب کھڑا ہونا تک پسند نہیں کرتے۔

اور کیا تم نے کتابوں میں پڑھا؟ اس سرکش وجبار کے متعلق کہ اس کے نام سے بڑے بڑے بہادر کانپتے تھے اور اس کے ہیبت و جلال سے مردان کارزار تک خوف زدہ رہتے تھے۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

کوئی اس کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا، نہ آنکھوں سے آنکھیں ملا سکتا تھا وہ بات کرتا تھا تو لوگ غور سے سنتے، اگر حکم دیتا تھا تو اس کو پورا کیا جاتا آج اس کا جسم مٹی ہو گیا جس کے پیر روندے ہیں اور اس کی قبر ایسی ہو گئی کہ اس پر بچے کھیلتے ہیں اور لوگ گندگی ڈالتے ہیں

کیا تم کبھی ان جنگلوں سے گزرے ہو جہاں چھوٹی چھوٹی گھاس اُگی ہے اور پتھروں کے نشانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبریں ہیں۔

پھر بتاؤ کہ ان تمام واقعات اور مشاہدات کے بعد کیوں نہیں یقین کرتے کہ دنیا میں آخر موت ہے۔

تم وعظ سنتے ہو اور ڈرانے والی باتیں پڑھتے ہو تو کیوں یہ سمجھتے ہو کہ ساری باتیں تمہارے لئے نہیں بلکہ ان کے مخاطب دوسرے لوگ ہیں اور تم جنازے گزرتے ہوئے دیکھتے ہو اور ان کے پیچھے چلتے ہو مگر تمہارا حال یہ ہوتا ہے کہ ایسے غمگین ماحول میں بھی تم دنیا کی باتیں کرتے ہو اور آرزؤں اور تمناؤں میں کھوئے رہتے ہو گویا کہ تمہارا واسطہ موت سے نہیں پڑے گا اور یہ نہیں سوچتے کہ جن کو تم کاندھا دے کر چل رہے ہو، یہ اب سے پہلے تمہاری طرح زندہ تھے ان کے دل بھی ارمانوں اور آرزوؤں کی آماجگاہ تھے اور ان کے قلب میں بھی خواہشات اور تمنائیں جوش مارا کرتی تھیں۔

پھر کیوں بادشاہ اپنی بادشاہت پر ناز کرتا ہے اور سرکشی کرتا ہے اور ظلم وسفاکی کرتا ہے کیا وہ گمان کرتا ہے کہ یہ وقت ہمیشہ ایسا ہی رہے گا؟ یہ دنیا کبھی بھی کسی کی نہیں ہوتی، اگر یہ کسی کی ہوتی تو پہلے آنے والے باقی رہتے اور اس کا وقت نہ آتا۔ یاد رکھو اس زمین کو بڑے بڑے سرکشوں اور بڑے بڑے بادشاہوں نے روندا ہے۔ مگر انجام کار زمین نے ان روندنے والوں کو اپنے پیٹ میں چھپا لیا اور لوگ ان کے ناموں تک کو بھول گئے

امیر اپنی امارت پر ناز کرتا ہے اور بہادر اپنی بہادری پر، جوان اپنی جوانی پر، تندرست وتوانا اپنی صحت پر اور گمان کرتا ہے کہ یہ چیزیں برقرار رہیں گی، لیکن ہائے۔۔۔۔

ہے کوئی ایسی چیز جو موت سے بچی ہو؟

بڑی سے بڑی عمارت ایک دن ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے اور مٹی ہو جاتی ہے اور بڑے بڑے تناور درخت سوکھ جاتے ہیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر جلنے والی لکڑی بن جاتے ہیں، وہ شیر جن کی دھاڑ سے جنگل گونجتا ہے، ان پر بھی ایسا وقت آتا ہے کہ موت کی نیند سو جاتے ہیں اور کتے ان کو بوٹی بوٹی کر کے کھاتے ہیں۔

اور پھر اس دنیا پر ایک وقت آئے گا کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے آسمان پھٹ پڑے گا اور چاند تارے ٹوٹ جائیں گے اور سوائے خدا کی ذات کے کوئی باقی نہ رہے گا۔

وہ دن وہ ہو گا کہ پکارنے والا پکارے گا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ، آج کس کی حکومت ہے؟ جواب دینے والا جواب دے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، ایک اللہ کی جو زبردست ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کو زیادہ یاد کرنے کا حکم دیا ہے پس موت کو یاد کرو، تاکہ طمع و حرص کے جال سے نکلو اور دل سے سختی سے نجات پاؤ اور نرم دل ہو اور ہاتھ کے سخی اور وعظ ونصیحت سے تاثر قبول کرنے والے بنو۔

اس کو یاد کرو تاکہ اس کی تیاری کر سکو، اس لئے کہ دنیا ایک سرائے ہے۔ تم وہاں اترتے ہو تو سفر سوار رہتا ہے اور آگے چلنے کی تیاری کرتے ہو۔ تم نہیں جانتے کہ کب پیغام آ جائے اور اگر تم تیار رہو گے، سازوسامان باندھے رہو گے تو حکم پر تیار ہو جاؤ گے اور خوش ہو گے اور اگر تمہارا سامان کھلا رہا، کپڑے ادھر ادھر پھیلے رہے تو تم کو بے سامان کے جانا پڑے گا، نہ توشہ ہو گا نہ سامان۔

پس موت کی تیاری کرو، توبہ کے ساتھ، جو حساب پاک صاف کرنے والی ہے اور حقوق کی ادائیگی کے ساتھ اور ظلم وستم سے بچتے ہوئے۔ تاکہ لوگوں کے ساتھ تمہارا معاملہ درست رہے۔

یاد رکھو!

کبھی یہ نہ کہو میں جوان ہوں
کبھی یہ نہ کہو میں بڑا ہوں
کبھی یہ نہ کہو میں امیر ہوں

اس لئے کہ جب عزرائیل علیہ السلام آئیں گے تو نہ جوان کو پہچانیں گے نہ بوڑھے کو، نہ بڑے کو نہ چھوٹے کو، نہ امیر کو نہ فقیر کو،

اور یہ تم کو نہیں معلوم کہ حضرت عزرائیل کب تمہارے دروازے کھٹکھٹائیں۔

بقیہ: نماز کی فضیلت سے آگے

اللہ تعالیٰ انہیں قبول بھی فرما لیتا

سچ ہے بعض دفعہ پوری عمر کی نمازیں منہ پر ماری جاتی ہیں وہ ہم ہی جیسے لوگوں کی نمازیں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے دلوں میں اپنی محبت ڈالے اور ہم کو توفیق دے کہ ہم صحیح طور پر اسلام کے ارکان پورے کر سکیں۔ آمین۔

دُنیا کی حقیقت

محمد شفیع عمرالدین رہٹہ

؎ بدحالی جست کو دنیا بجست
نیک حالی جست کو عقبیٰ بجست

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝

ترجمہ: بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہتر اور زیادہ پائدار ہے۔

حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

یعنی

یہ (آخرت کی) بھلائی تم کو کیسے حاصل ہو۔ جبکہ آخرت کی فکر ہی نہیں۔ بلکہ دنیا کی زندگی اور یہاں کے عیش و آرام کو اعتقاداً یا عملاً آخرت پر ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ دنیا حقیر و فانی اور آخرت اس سے کہیں بہتر اور پائدار ہے۔ پھر تعجب ہے جو چیز کماً و کیفاً ہر طرح افضل ہو اُسے چھوڑ کر مفضول کو اختیار کیا جائے۔

افسوس

اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی انسان آخرت کو فراموش کر دیتا ہے۔ رات دن دنیاوی مال و اسباب کے حاصل کرنے میں مشغول نظر آتا ہے

آخرت کی بھلائیوں سے محروم

حدیث: اَلدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَهٗ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ (تفسیر ابن کثیرؒ)

ترجمہ: دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) گھر نہ ہو۔ دنیا اس کا مال ہے جس کا وہاں مال نہ ہو اسے وہ جمع کرتا ہے جسے عقل نہ ہو۔

کیا یہ بے عقلی نہیں کہ آخرت کی دائمی زندگی کا سرور اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کو چھوڑ کر شرعی حلال و حرام کی حدود کو بھلا کر انسان چند روزہ دنیاوی عیش و آرام کی خاطر محض دنیا کا بندہ بن جائے اور دنیاوی ترقی کی حد سے آگے اس کی نظر نہ بڑھے؟

دنیا پر فریفتہ ہونے میں آخرت کا خسارہ

مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى

(تفسیر ابن کثیرؒ)

ترجمہ: جس شخص نے دنیا سے پیار کیا اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا۔ اور جس نے آخرت سے محبت کی اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا۔ پس (تمہیں چاہیئے) کہ باقی رہنے والی آخرت کو دنیا پر ترجیح دو۔

لہٰذا

بندہ کو چاہیئے کہ ناجائز اور غیر شرعی خواہشات دنیاوی کو یک لخت ترک کر دے مثلاً سود حرام ہے سود کے ذریعہ سے اگر اسے سینکڑوں بلکہ لاکھوں بھی ملیں تو ان کے قریب ہرگز نہ جائے۔ اور اپنی آخرت کو برباد نہ کرے۔ دنیا کی آبادی کر کے آخرت کی بربادی کرنا ایک دانشمند کے لئے ہرگز زیبا نہیں یا رشوت میں اگر بہت بڑی رقم ملتی ہو تو اس کی طرف ہرگز نہ جھکے ان دنیاوی چند داموں کے دام میں پھنس کر آخرت کا خسارہ نہ لے۔ یہ اصول ہر لحظہ مدنظر رہے کہ جہاں دنیا اور آخرت کی ٹکر ہو وہاں دنیا کو چھوڑ دے اور آخرت کو مضبوط پکڑ لے۔

ہماری ہمت کو بڑھانے کے لئے ہمارے لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کا واقعہ موجود ہے۔ آپ کی نگاہ میں دنیاوی مال و دولت کچھ معنی نہ رکھتے تھے۔ بڑی سے بڑی دولت کو ٹھکرا دیتے تھے آپ کو ایک لاکھ کی رقم کی پیش کش کی گئی کہ آپ یزید کی خلافت پر راضی ہو جائیں۔ آپ نے اسے ٹھکرا دیا اور فرمایا۔ "میرا ایمان اتنا ارزاں نہیں ہے" (مہاجرین)

ذرا سوچیئے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو ارزاں فروش نہیں ہے؟

دُنیا کی رغبت کم کرنے کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ سادہ بود و باش رکھیئے۔ تکلفات سے بچیئے؟

حدیث: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ كَاَنَّكَ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَّعُدَّ نَفْسَكَ فِيْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرِ

مشارق الانوار بحوالہ بخاری۔ عن ابن عمرؓ

ترجمہ: دنیا میں مسافر یا راہ چلتے کی طرح رہ۔ اور اپنی جان کو قبر والے مردوں میں گن رکھ۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے میرے مونڈھوں کو پکڑا پھر یہ حدیث فرمائی۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب تو صبح کرے تو شام کا منتظر مت رہ اور جب شام ہو تو صبح کی توقع مت رکھ اور صحت کی حالت میں بیماری کے خیال سے جو عمل کرنا ہو کر لے۔ یعنی صحت کو غنیمت جان۔ بیماری میں کچھ نہیں ہو سکتا اور زندگی میں موت کا سامان کر۔

حدیث میں جو فرمایا کہ مسافر اور راہ چلتے کی طرح گزران کر یعنی مسافر سفر میں زیادہ بکھیڑا نہیں کرتا۔ اور ہر دم اپنا وطن یاد کرکے زادِ راہ..... کی فکر میں رہتا ہے۔ اسی طرح مومن کو لازم ہے کہ دنیا کو سرائے جان کر بے ہودہ حرص کو مار کر اپنے اصلی وطن سے غافل نہ ہو۔ ہر دم وہاں کا سامان کرتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ آپ کو مردوں میں شمار کر۔ یعنی پریشانی اور تشویش دنیا کا سبب موت کی غفلت ہے۔ اور جب موت یاد رکھے تو سب آسان ہے ؎

چوں بآہنگ رفتن کند جانِ پاک
چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک

یہ حدیث زہد اور درویشی کی جڑ ہے (مشارق الانوار)

اس حدیث شریف کا رنگ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زندگی میں نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ کی تصویر حیات تکلفات کے آب و رنگ سے یکسر پاک تھی۔ آپ کے گھر کا سامان ایک سو درہم سے زیادہ نہ تھا۔ اثاث البیت میں فرش اور بستر ملا کر اس کی قیمت سو درہم (یعنی بیس روپے سے زیادہ) نہ تھی۔

آپ کا لباس بالکل سادہ ہوتا تھا عموماً قمیص، ازار بند اور سیاہ عمامہ اور چپل استعمال

بقیہ ص ۱۱

ارشاداتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مبلغ اسلام مولانا عبدالشکور دین پوری

؎ تیغ بُراں بہر زندیق باش!
اے مسلماں پیروِ صدیق باش!

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام میں جو مقام حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ثانی اثنین، یارِ غار، صاحبِ رسول اللہ، مشیرِ رسول اللہ، وزیرِ رسول اللہ، رفیقِ نبوت، معتمدِ نبوت، رمز شناسِ نبوت یہ سب القاب آپ کو حاصل ہیں۔ سب سے اعلیٰ لقب اور ممتاز منصب "الصدیق" ہے جو ساری امت میں واحد اسی شخصیت کے ساتھ مختص ہے علماء نے صدیق اور زندیق کا فرق بتایا ہے

زندیق وہ ہے جو عقل کی کسوٹی پر دین کو پرکھے اور صدیق اُسے کہتے ہیں جو عقل کو شریعت پر قربان کر دے۔ زندیق وہ ہے جو زبانِ نبوت سے کوئی ارشاد سن کر بھی انکار کرے اور صدیق وہ ہے جو دشمن رسول سے بھی رسولؐ کی بات سن کر اقرار کرے

ابوجہل زندیق ہے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ... فرماتے ہیں۔

لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ جَمِیْعِ اُمَّتِہٖ مَعَ اِیْمَانِ اَبِیْ بَکْرٍ لَرَجَحَ

اگر ساری امت کا ایمان صدیق کے ایمان سے تولا جاوے تو ایمان صدیق کا بڑھ جاویگا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک ایک قول امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ اور ہدایت کا مینار ہے۔

ارشاد ۱:- لَوْ کُشِفَتِ الْحِجَابُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا۔

حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں۔ کہ اگر اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہ اپنا پردہ ہٹا دیں تو میرا ایمان ویقین اس سے زیادہ نہ ہوگا جواب ہے

عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ
مَنْ دَخَلَ الْقَبْرَ بِلَا زَادٍ فَکَاَنَّمَا رَکِبَ الْبَحْرَ بِلَا سَفِیْنَۃٍ

جو شخص قبر میں بغیر عمل کے داخل ہوا وہ ایسے سمجھے کہ دریا میں بغیر کشتی کے داخل ہوا

حضرت صدیق اکبرؓ کو باوجود یکہ جنت کی خوشخبری مل چکی تھی پھر بھی خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ باغ میں جاکر چڑیوں کو دیکھ کر فرماتے کاش میں پرندہ ہوتا میں چھوٹی سی چڑیا ہوتی انسان نہ ہوتا تاکہ قیامت کے دن حساب کتاب اور پرسش سے بچ جاتا۔ اللہ اکبر کس قدر خوفِ خدا کا اظہار کیا جا رہا ہے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قبر روزانہ ستر دفعہ پکارتی ہے

اَنَا بَیْتُ الظُّلْمَۃِ۔ میں اندھیرے کا گھر ہوں۔ عمل کا دیا جلا کے آنا

اَنَا بَیْتُ الْغُرْبَۃِ میں مسافری کا گھر ہوں۔ عمل کا ساتھی ساتھ لے کر آنا

اَنَا بَیْتُ الدُّوْدِ میں کیڑوں مکوڑوں سانپ بچھوؤں کا گھر ہوں۔ عمل کی لاٹھی ساتھ ہو تو بچ سکو گے

اَنَا بَیْتُ الْوَحْدَۃِ میں تنہائی کا گھر ہوں عمل کا رفیق ساتھ لانا۔ ورنہ تنہائی کی گھڑیاں ذلت میں گزارنا ہوں گی۔

اَنَا بَیْتُ التُّرَابِ میں مٹی کا گھر ہوں عمل والا بستر ہمراہ لانا۔

دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو قبر کے عذاب اور حشر کے حساب سے نجات عطا کریں۔ آمین یا رب العالمین

بقیہ:- دنیا کی حقیقت

کرتے تھے۔ (مہاجرین)

خلیفۃ المسلمین کی سادگی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جبکہ آپ خلیفہ تھے آپ نے خطبہ فرمایا اس وقت آپ کے تہبند پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ دوسری مرتبہ دیکھا گیا کہ آپ جو قمیص پہنے ہوئے تھے اس پر مونڈھوں کے درمیان یکے بعد دیگرے تین پیوند لگائے ہوئے تھے

ازالۃ الخفاء حضرت شاہ ولی اللہ رح

فتنہ کے زمانہ میں عبادت کرنے کا درجہ

حدیث:- اَلْعِبَادَۃُ فِی الْھَرْجِ کَھِجْرَۃٍ اِلَیَّ۔ (جامع الصغیر ص۱۱۲)

ترجمہ:- فتنہ کے وقت عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کی مانند ہے۔

ہم لوگ ایسے دور سے گزر رہے ہیں جو فتنوں سے گھرا ہوا ہے۔ اب ہمیں چاہیئے کہ ایسے وقت میں عبادت میں لگے رہیں۔ اور بڑی ہمت کے ساتھ فرض عبادات ادا کرتے رہیں۔ تاکہ ہم اس حدیث کی بشارت کے حقدار بن سکیں۔

فتنہ اور فساد کے زمانہ میں گوشہ نشینی بہتر ہے

حدیث: (عن ابن عمرؓ) اَلْزِمْ بَیْتَکَ اَیْضًا۔ ترجمہ! اپنے گھر میں بیٹھ رہنا لازم پکڑو۔

فائدہ

فتنہ وفساد کے وقت سلامت رہنے کا یہ بہترین لائحہ عمل ہے کہ آدمی اپنے گھر میں خاموش بیٹھا اللہ اللہ کرتا رہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر عمل کی یہ حالت تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں فتنہ وفساد اور افتراق وانشقاق کا طوفان اٹھا تو آپ اپنے کمال احتیاط کے باعث اس ہنگامہ عام سے بچے رہے (مہاجرین حصہ دوم)

اللہ تعالےٰ ہمیں صحیح بصیرت عطا فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔

استعانت بالصبر والصلوٰۃ

ایم عبد الرحمٰن لودھیانوی : شیخوپورہ

صبر اور نماز کے ذریعہ خدا تعالےٰ سے مدد طلب کرنا

(۱) یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط اِنَّ اللہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ ٥ (پ۲ع ۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے (ہر ایک سختی میں) مدد لیا کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

تشریح

قرآن عزیز میں اس سے پہلی آیت میں خدا تعالےٰ نے اپنے ذکر و شکر کا حکم دیا ہے۔ جو تمام عبادتوں اور ہر قسم کے اوامر و نواہی کا لب لباب ہے اب اس قسم کے بارِ گراں کے تحمل کے لئے کوئی سہارا بھی ضرور ہونا چاہیئے۔ جس کی اعانت سے یہ بھاری بوجھ آسان ہو جائے۔ مزید برآں اس کے بعد والی آیت میں جہاد اور اشاعت خیر کا بھی حکم دینا منظور تھا کہ جس پر قوم اور ملت کی عزت و آبرو کا دارومدار ہے اس لئے مذکورہ آیت ہر دو مقاصد کو پورا کرتی ہے

فرمایا کہ اے ایمان والو! اس بارِ گراں کی سہولت کے لئے صبر کرنے اور نماز پڑھنے سے کام لو، کیونکہ صبر اور نماز ایسے ذرائع ہیں کہ جس سے یہ کام بلکہ جہاد فی سبیل اللہ سہل ہو جاتے ہیں اور یہ اس لئے کہ صبر، عقل کی پیروی کر کے نفس کو غضب اور شہوت سے روکنے کو کہتے ہیں۔ اس لئے جس شخص میں یہ اوصاف ہوں گے۔ صبر اسی کو نصیب ہوگا۔ ملائکہ میں چونکہ غضب اور شہوت نہیں بلکہ صرف عقل ہے اس لئے ان کو بھی یہ نعمت نصیب نہیں۔ دیگر حیوانات میں عقل نہیں ہے غضب اور شہوت ہے اس لئے وہ بھی اس سعادت سے فیض یاب نہیں۔ انسان کو عقل روکتی ہے اور اس کے کہنے سے انسان نفس کو روکتا ہے تو نفس پر پژمردگی اور روح پر تازگی اور نورانیت طاری ہوتی ہے اور جب روح پر نورانیت آئی تو اس آئینہ میں جمالِ جہاں آرا کا جلوہ ہوا..... اور خدا کا قرب نصیب ہو گیا اسی لئے فرمایا

اِنَّ اللہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ٥

بے شک اللہ تعالےٰ کی معیت صابرین کو حاصل ہے۔

اور جب خدا کا قرب نصیب ہوا تو اس کی صحبت کے اثر سے دنیا اور آخرت کے تمام کام انجام پا گئے۔

اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ

صبر فتوحات کی چابی ہے دیکھئے جنگ و قتال میں جب انسان ہر طرح کی تکلیف پر صبر کرتا ہے تو اپنے دشمن پر فتح پاتا ہے۔ عزت، دولت اور راحت اس کو آکر سلام کرتی ہے۔ کاشتکار جب گرمی میں بھوک و پیاس کی تکلیف اٹھا کر محنت کرتا ہے تو غلہ کاٹتا ہے الغرض دنیا و آخرت کے تمام کاروبار کا مدار صبر پر ہے

واضح ہو کہ صبر کی دو قسمیں ہیں۔ بدنی اور نفسانی۔ پھر بدنی کی دو قسمیں ہیں (۱) فعلی مثلاً بڑے بھاری اور مشقت کے کاموں کو کرنا (۲) انفعالی۔ درد اور تکلیف کو برداشت کرنا اور خلاف عقل و شرع کوئی حرکت نہ کرنا۔

صبر نفسانی یہ ہے کہ نفس کو اس کی خواہشوں سے روکے اگر خواہش شکم اور جماع کو روکے تو اس کو عفت کہیں گے۔ اور اگر فضول چیزوں کی خواہش سے روکے تو اس کو زہد و قناعت کہیں گے۔ اگر غصہ کی حالت میں اپنے دشمن سے درگزر کرے گا اور نفس کو انتقام لینے سے روکے گا۔ تو اس کو حلم کہیں گے۔ اگر کسی کے راز کو ظاہر کرنے سے زبان کو بند کرے گا تو اس کو رازداری کہیں گے اور جو زبان کو بیہودہ بکواس سے اور اپنے اعضاء کو بے جا حرکات سے بند کرے گا تو اس کو متانت کہیں گے

جس کسی نے ترقی حاصل کی ہے اس صبر ہی کی بدولت کی ہے اور.... اسلام نے امت مرحومہ کے لئے صبر کی ایک شاخ روزہ کو بھی فرض کر دیا ہے تاکہ نفس کو بھوک اور پیاس کی تکلیف اٹھانے کی عادت پڑے اور جماع جیسی مرغوب چیز کو باوجود سامان مہیا ہونے کے ترک کرنے کا عادی ہو۔ (حقانی)

(۲) فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ط وَاللہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ٥ (پ۱۲ع ۱۲)

(ترجمہ) اب صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی سے اس بات پر مدد مانگتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو۔

حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو صاف طور پر فرما دیا کہ یوسف کے بارہ میں یہ سب تمہاری سازشیں ہیں کہ بھیڑیے نے یوسف کو آدبوچا۔ ایک بکری ذبح کر کے اس کا خون یوسف کی قمیص پر چھڑک لائے تھے۔ بہرحال میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہوگا نہ تم سے انتقام کی کوشش، صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس صبر میں میری مدد فرمائے اور اپنی اعانت غیبی سے جو باتیں تم ظاہر کر رہے ہو ان کی حقیقت اس طرح آشکارا کر دے کہ سلامتی کے ساتھ یوسف سے دوبارہ ملنا نصیب ہو۔

(۳) قٰلَ رَبِّ احْکُمْ بِالْحَقِّ ط وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ٥ (پ۱۷ع ۷)

ترجمہ: رسول نے کہا اے رب! انصاف کا فیصلہ کر اور ہمارا رب رحمان ہے اُسی سے اُن باتوں پر مدد مانگتے ہیں جو تم بتلاتے رہو۔

تشریح

اے اللہ! یہ تیری شان ہے کہ ہر معاملہ کا فیصلہ انصاف سے کرتا ہے اسی کے موافق میرے اور میری قوم کے درمیان جلدی فیصلہ فرما دیجئے۔

اللہ ہی سے ہم فیصلہ چاہتے ہیں اور کافروں کی خرافات کے مقابلہ میں اللہ ہی سے مدد مانگتے ہیں

اسی طرح کی دعا انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ ٥ (پ۹ع ۱)

ترجمہ: اے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر اور تو

سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

نماز تو ایک عجیب تریاق مجرب ہے اس میں خدا کی حمد و ثنا اور دعا اور اس کے آگے سر کے بل جھکنا ہے اس میں خواہ مخواہ بندہ کو اللہ سے تقرب حاصل ہوتا ہے اور روح کو منور کرنے کا یہ اعلےٰ طریقہ ہے اور اسی لئے اس کی نسبت وارد ہے

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (پ ۲۱ ع ۱۶)

(ترجمہ) بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

پس جب بندہ کو مولیٰ سے تقرب و توصل ہوا تو اس کے سب کام انجام کو پہنچے اور چونکہ خدا تعالےٰ تمام کائنات کی اصل ہے تو ہر چیز جب اس کو موانع (رکاوٹیں) پیش نہیں آتے تو اپنی اصل کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتی ہے

نماز روحانیت کا سرچشمہ، ہدایت قلبی کا منبع، نیکی کا مرکز، برکاتِ الٰہیہ کا مہبط، اور انسان کو تمام بہیمی قوتوں اور نفسانی خواہشوں سے بچانے والی ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ

نماز مومنوں کے لئے معراج ہے (حدیث)

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخْرَجَہٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَی الصَّلٰوۃِ

(جامع الاصول) (ترجمہ) حضور ؐ کو جب کوئی مہم درپیش ہوتی تو بہت جلد نماز کی طرف رجوع فرماتے۔

خدا تعالےٰ نے صبر کی فضیلت میں یہ فرمایا کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ صابرین کو معیت اور تقرب نصیب ہوتا ہے اور صبر کا اعلےٰ موقعہ قتال فی سبیل اللہ تھا۔ کیونکہ جان کے آگے مال یا کسی اور منفعت کی کچھ بھی قیمت نہیں۔ مثل مشہور ہے کہ جان ہے تو جہان ہے۔ پس جس قدر اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے میں صبر ہے۔ اس قدر اور کسی چیز کے خرچ کرنے میں نہیں۔ سب اجروں میں بڑا اجر یہ ہے کہ اس کے بدلہ میں بندہ کو حیات ابدی عطا ہوتی ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(۴) اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ (پ ۲۳ ع ۱۶)

ترجمہ: بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار دے گا۔

(۵) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا (پ ۴ ع ۱۱)

(ترجمہ) اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو۔

صبر کے لغوی معنی روکنے کے ہیں یعنی اپنے نفس کو بے چینی اور گھبراہٹ سے روکنا اور اس کو اپنی جگہ پر ثابت قدم رکھنا یعنی ثابت قدمی اور استقامت۔

مصیبتوں اور مشقتوں میں بیقراری نہ ہو بلکہ ان کو خدا کا حکم اور مصلحت سمجھ کر خوشی خوشی برداشت کیا جائے اور اپنے دل میں یہ یقین رکھا جائے کہ جب وقت آئے گا تو اللہ تعالےٰ خود ہی اپنی رحمت سے ان کو دور فرما دے گا۔

ارشاداتِ نبوی ؐ

(۱) حضرت خباب بن ارت رضؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے کفار مکہ کی ایذا رسانیوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور آپ سر کے نیچے چادر رکھے ہوئے بیت اللہ کے سایہ میں لیٹے ہوئے تھے ہم نے عرض کیا کہ آپ حق تعالےٰ سے ہمارے لئے مدد کیوں نہیں طلب کرتے آپ ہمارے لئے دعا کیوں نہیں کرتے۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی کو پکڑ لیا جاتا اور ایک گڑھا اس کے لئے کھود کر اس کو اس میں کھڑا کیا جاتا اس کے بعد آرہ منگوا کر اس کے سر پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے بعض حضرات کو لوہے کی کنگھیوں سے نوچا جاتا تھا جس سے ہڈیوں تک ان کا گوشت پہنچ جایا کرتا تھا اس کے باوجود کوئی چیز ان کو دین حق سے نہ روک سکتی اور خدا کی قسم، یہ امر (اسلام) مکمل ہو کر رہے گا یہاں تک کہ سوار مقام صنعا سے لے کر حضر موت تک چلا جائے گا۔ اُسے اپنی بکریوں پر سوائے خدا کے اور کسی کا ڈر نہ ہو گا لیکن تم جلدی کرتے ہو۔ (بخاری)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس شخص کو مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں (بخاری)

(۳) حضرت ابوسعید خدری رضؓ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ آنحضرت ؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو جو کچھ تکان مرض اور حزن و ملال اور تکلیف و غم لاحق ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر کانٹا لگ جائے سے بھی اس کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کے بدلہ میں اللہ رب العزت اس کے صغیرہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں (بخاری و مسلم)

(۴) حضرت انس بن مالک رضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ؐ کو ارشاد فرماتے سُنا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جب کبھی بھی میں اپنے بندہ کو اس کی دو محبوب چیزوں (آنکھوں) میں مبتلا کر دیتا ہوں (بینائی ختم کر دیتا ہوں) اور وہ صبر کرتا ہے اس کے بدلے میں اُسے جنت عطا کرتا ہوں۔ (بخاری)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ فرماتا ہے میرے بندے مومن کے لئے میرے پاس سوائے جنت کے اور کوئی بدلہ نہیں ہے جبکہ میں اس کی دنیاوی محبوب چیزوں میں سے کسی کو قبض کر لوں (اولاد) پھر وہ اس پر صابر رہے (بخاری)

(۶) حدیث میں ہے کہ جس بندہ پر ظلم ہو اور وہ محض اللہ کے واسطے اس سے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اس کی عزت بڑھائے گا اور مدد کرے گا

اللہ کی توفیق ہی سے آدمی کو عدل و انصاف اور صبر و عفو کی اعلےٰ فضیلتیں حاصل ہو سکتی ہیں وہ ان بہترین اخلاق کی طرف راہ نہ دے تو کون ہے جو ہاتھ پکڑ کر اخلاقی پستی اور رسوائی کے گڑھے سے ہم کو نکال سکے۔

حضرت عبداللہ بن اوفی رضؓ کہتے ہیں رسول مقبول ؐ نے فرمایا کہ اگر تم لوگوں میں سے کسی کو کوئی حاجت خدا سے یا کسی آدمی سے ہو تو اس کو چاہیئے کہ کامل طریقہ سے وضو کر کے دو رکعتوں کی نیت کرے پھر خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا کر کے حضور ؐ اکرم پر درود بھیجے اور یہ پڑھے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ

ابن کثیر ؒ کا قول ہے کہ بندہ کو اگر نعمت الٰہی ملے تو اُسے شکر کرنا چاہیئے نہ ملے تو صبر ضروری ہے اور نماز تمام خصائل خیر خصوصًا ذکر، شکر اور صبر کو جامع ہے

(۸) حدیث میں ہے کہ مومن کی خوب حالت ہے خدا تعالےٰ اس کے لئے جو حکم جاری فرماتا ہے اس میں اس کی بہتری ہی ہوتی ہے اب اگر اس کو خوشی حاصل ہوئی اور اس نے شکر کیا تو اس کو ثواب ملے گا اور اگر خلاف مرضی کوئی بات پیش آئی اور اس نے صبر کیا تب بھی ثواب ملے گا۔

اے مسلمانو! صبر وصلوٰۃ سے دفع مصیبت اور حصولِ عافیت کے خواہاں رہو۔ کیونکہ صبر کرنے والوں کے ساتھ خدا ہوتا ہے جو لوگ جہادِ باری بمقابلہ نفسانی خواہش کرتے ہیں اور اعدائے ظاہر وباطن کے دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے نفس کو ان چیزوں پر روکتے ہیں جو نفس پر شاق گزرتی ہیں خواہ اوامر کی پابندی ہو یا نواہی سے اجتناب بہرحال خدا کی توفیق ان کے شاملِ حال ہوتی ہے خدا ان کو مدعا میں کامیاب کرتا ہے۔

کافروں سے جہاد کرنے کی نسبت نفسانی مجاہدہ بہت سخت ہے۔ طاعات الٰہی کو بجالانا اور ممنوعات سے پرہیز رکھنا جہاد اکبر ہے اس مفہوم کو لفظ صبر وصلوٰۃ سے ادا کر دیا آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا

رَجَعْنَا اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ

ترجمہ: ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے

(۶) وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۞ (پ ۲۵)

ترجمہ: اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ عزیمت کے کاموں میں سے ہے۔

تفسیر

غصہ کو پی جانا اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کر دینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔

(۷) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا رٰجِعُوْنَ ۞ (پ ۲)

ترجمہ: اور البتہ ہم تم کو کسی قدر خوف سے، فاقہ سے اور مال وجان اور پھلوں کی کمی سے تمہارا امتحان لیں گے اور آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے کہ بے شک ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

صبر سے مدد لو۔ کیونکہ ان کی بدولت سے تمام کام سہل کر دیئے جائیں گے۔ جہاد میں محنت اٹھاؤ۔ کیونکہ اس میں اعلیٰ درجہ کا صبر ہے۔

تمہارا علی العموم تھوڑی تھوڑی تکلیف اور مصیبت میں وقتاً فوقتاً امتحان لیا جائے گا اور تمہارے صبر کو دیکھا جائے گا۔ صابرین میں داخل ہونا کچھ سہل نہیں۔ جن لوگوں نے ان مصائب پر صبر کیا اور کفران نعمت نہ کیا بلکہ ان مصائب کو وسیلۂ ذکر وشکر بنایا تو ان کو اے پیغمبر ہماری طرف سے بشارت سنا دیجئے۔

ترک وطن میں بہت مصائب برداشت کرنا پڑیں گے اور طرح طرح کے خلاف عادت وطبیعت امور پر صبر کرنا پڑے گا۔ لیکن یاد رہے کہ بے شمار ثواب بھی ملے گا تو صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا اس کے مقابلہ میں دنیا کی سب سختیاں اور تکلیفیں ہیچ ہیں۔

(۸) اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۞ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۞ (پ ۱ ع ۵)

ترجمہ: (اے بنی اسرائیل) کیا تم لوگوں کو نیکی کرنا بتلاتے ہو اور اپنی خبر نہیں رکھتے، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پھر کیوں نہیں سمجھتے اور صبر کرنے اور نماز پڑھنے سے مدد لیا کرو۔ بلاشبہ نماز مشکل ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر مشکل نہیں ہے۔

تفسیر

اے یہود! تم خود عمل نہیں کرتے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے کے لئے آمادہ کرتے رہتے ہو۔ تمہارے نفس سرکش ہیں۔ اعمال صالحہ اور روحانی صفائی کو اختیار نہیں کرتے سو اس کا روحانی علاج یہ ہے کہ تم روزہ اور نماز سے مدد لو۔ نفس کو مشقت کشی کا عادی بناؤ کیونکہ روزہ میں باوجود ہر طرح کے سامان اکل وشرب وجماع مہیا ہونے کے صبر کرنا اور اس کی خواہش سے روکنا ہوتا ہے اور پھر نماز میں مشغول ہو کر ہاتھ پاؤں اور تمام جسم کو اس کی عبادت میں مصروف کرنا، زبان اور روح کو اس کی طرف متوجہ کرنا اور تسبیح وتقدیس کرنا اور قرآن پڑھنا ہے ان سب کا مجموعہ روح کو نہایت تازہ کرتا ہے جس سے نفس کی تیزی ٹوٹ جاتی ہے اور حب جاہ ومال اور ہر قسم کی نفسانی خواہش (کہ جو عمل سے مانع آتی ہے) پژمردہ ہو جاتی ہے۔ صبر ونماز سے مدد لینے کے یہ معنی ہیں اور واقعی جسمانی ریاضت سے جو تزکیۂ نفس سالہا سال میں حاصل نہیں ہوتا وہ روحانی تقرب سے دم بھر میں حاصل ہو جاتا ہے تھوڑی سی دیر اس کی طرف مراقب اور متوجہ ہونے سے کسی قدر نفس کو پژمردگی اور روح کو تازگی حاصل ہوتی ہے۔

اور یہ نماز بھی فی نفسہ ایک بھاری بات ہے اس کے بھی وہی متحمل ہوتے ہیں جو کہ خدا کے آگے عاجزی کرتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو اس کے پاس جانا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو جب کبھی رنج وغم لاحق ہوتا تھا تو نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اسی لئے امت محمدیہ پر پانچ وقتہ نماز فرض ہوئی۔

از حضرت مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو مقام پر صبر وصلوٰۃ کے ذریعہ مدد حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے استقلال وشکیبائی اور نماز کے ذریعہ مشکلات میں مدد مانگا کرو یعنی ان چیزوں سے تمہیں اعانت ملے گی۔ تمہاری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ مہمات امور میں تم کو انہیں سے رجوع کرنا چاہیئے۔ بے شک صبر اور صلوٰۃ نزولِ رحمت الٰہی میں اعانت کیا کرتے ہیں۔

صبر کے یہ معنی نہیں کہ انسان کے پاس ایک چیز تھی وہ جاتی رہی تو چپ ہو گیا کہ نہیں ہے تو نہ سہی ہے

کھو گیا دل کھو گیا، ہوتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دو، اک بے وفا جاتا رہا جاتا رہا

معانی صبر

صبر کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ مافات (گزری ہوئی) پر غم واندوہ کرنا بے سود ہے۔ انسان کو ہر ایک مشکل میں مستقل مزاج رہنا چاہیئے اور کوشش ہونی چاہیئے کہ جو چیز جاتی رہی پھر اس کا نعم البدل مل سکے اور جب تک بہترین صورت میں تلافی نہ ہو جائے سلسلۂ سعی وتدبیر میں خلل نہ آنے پائے۔

اسی طرح نماز سے بھی صرف ایک رسم کا پورا کر دینا مقصود نہیں ہے بلکہ خدا سے اپنے تعلقات کا تازہ کرنا اور مؤثرات دنیوی سے کنارہ کش ہو کر نفس میں ایک اعلیٰ تصورِ قدسی پیدا کرنا مدِ نظر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہی دونوں چیزیں انسانی زندگی کو کامیاب بنا سکتی ہیں اور اسلام کی نظر میں یہی کامیابی ہے۔

کونسی نماز نماز ہے؟

(۱) نماز اور اجزائے نماز سے محض خشوع وخضوع وطہارت نفس مقصود ہے اگر یہ چیز ہی حاصل نہ ہو تو وہ نماز بھی مشرکین کی نماز جیسی ہوگی جو انسان کو دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے۔

(۲) نماز وہی ہے جو حقیقی معنوں میں ادا کی جائے۔ ایسی نماز سے انسان کی ہر مشکل آسان ہو سکتی ہے۔

(۳) نماز کی حقیقت یہ ہے کہ فواحش ومنکرات سے روکے اور انسان کی زندگی کو پاک ستھرا بنا سکے۔ جس نماز میں یہ خصوصیت حاصل نہ ہو وہ

گفتار اور عمل

میاں غلام حسین قلعہ گوجر سنگھ لاہور

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ پ۲۸ سورۃ الصف آیت ۲—۳)

ترجمہ! اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک بڑی ناپسندیدہ بات ہے کہ جو کہو اور اس کو کرو نہیں زبان سے ایک بات کہہ دینا آسان ہے لیکن اس پر عمل کرنا اور اس کا نباہنا آسان کام نہیں۔ اللہ تعالےٰ اس شخص سے سخت ناراض اور بیزار ہوتا ہے جو زبان سے کہے تو بہت کچھ لیکن اس پر عمل نہ کرے۔ اس کے اعمال اس کے زبانی دعوؤں کی تکذیب کریں لوگوں میں نفاق بڑھ گیا ہے، اخلاص کم ہو گیا ہے اقوال بڑھ گئے اعمال کم ہو گئے ہیں قول بغیر عمل کے کسی کام کا نہیں، قول بغیر عمل ایسا ہی ہے جیسے مکان بغیر دروازے کے یا خزانہ جس میں سے خرچ نہ کیا جائے۔ جہاں گفتار کی قوت بے اثر ثابت ہوتی ہے وہاں عمل انقلاب آفرین ثابت ہوتا ہے۔ شعلہ نوائی کے ذریعہ قائم کئے ہوئے اثرات کو قوت سے زائل کیا جا سکتا ہے لیکن کردار کی قوت جو نقوش ثبت کرتی ہے انہیں سحر طراز مقررین کی اثر آفرینیاں دلوں سے کبھی محو نہیں کر سکتیں اصل چیز عمل کی قوت ہے نہ کہ الفاظ کی طلسم بندیاں جنہیں حسین و جمیل الفاظ کا جامہ پہنا کر پیش کیا جاتا ہے

صحابۂ کرام رضؓ کی ساری حیات میں الفاظ کی مینا کاری نہیں ملتی۔ عمل کی قوت چونکہ ان کے الفاظ میں کارفرما تھی۔ اس لئے دلوں پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی۔ ان کے کردار نے دنیا کو ثابت کر کے دکھا دیا کہ بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ کھوکھلے الفاظ جن کے پیچھے عمل کی قوت نہ ہو ہنگامی طور پر متاثر تو کر سکتے ہیں لیکن ان کے ذریعہ قوموں کی تقدیر نہیں بدل سکتی۔ قوموں کی تقدیر کے بدلنے کے لئے پیہم عمل درکار ہے۔ صحابۂ کرام رضؓ نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے طویل و طویل تقریریں کبھی نہیں کی تھیں اور نہ شعوب و قبائل کے دلوں میں ایمان کی قندیل روشنی کرنے کے لئے الفاظ کا جادو کیا تھا انہوں نے اسلام کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا اور ان کی عملی زندگی نے اقوام دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا تاریخ تاقیامت اس کا ثبوت پیش کرتی رہے گی۔ عملی نمونہ تبلیغ کا بہترین اور مؤثر ترین طریقہ ہے۔

دل میں مخلصانہ جذبات موجود ہوں تو انسان کے قول و فعل میں تطابق ہوتا ہے زبان دل کی ترجمان بن جاتی ہے اور عمل اس کی صداقت کی شہادت دیتا ہے خلوص سے عاری جذبات کی یہ شان نہیں ہوتی۔ وہاں قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے اور ایسا انسان خواہ کسی بھی بارگاہ سے منسلک ہو اُسے فوز و فلاح حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا یہی نفاق اسے مردودیت تک پہنچا دیتا ہے۔ مقبولیت مخلصانہ جذبات کا لازمی نتیجہ ہوتی ہے۔ خلوص کی متاع لے کر انسان جب بھی کسی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو نوازا جاتا ہے خلوص کے صادق اور کاذب ہونے کا معیار قول نہیں عمل ہے۔ مخلصانہ جذبہ کسی بھی نوعیت کا ہو وہ قول کی دنیا تک محدود نہیں رہ سکتا عمل کی صورت میں ظاہر ہو کر رہتا ہے اور اس کے اثمار اپنی شان ضرور دکھا دیتے ہیں۔

خلوص کی پہچان ہمیشہ عمل کے میدان میں ہوتی ہے عمل جتنا محکم اور مضبوط ہو گا خلوص کو بھی اسی نسبت سے مضبوط سمجھا جائے گا دنیا میں ایسا کوئی خلوص شایان توجہ قرار نہیں پاتا جو عمل کی قوت سے محروم ہو۔ قرآن کریم بھی انہی لوگوں کو سراہتا ہے اور ہی ان، قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو سراپا عمل تھے جنہوں نے ایثار کے نوادرات کو دنیا کے سامنے پیش کر کے حیرت میں ڈال دیا تھا ایثار ہمیشہ محبوب کے لئے ہوتا ہے اور یہ انسان کو محبوب بنا کر رہتا ہے۔ محبوبیت کی منزل تک پہنچنے کے لئے ایثار کی راہ سے گزرنا ناگزیر ہوتا ہے ایثار ہو تو محبوبیت مل کر رہتی ہے ایثار نہ ہو تو اس راہ میں دو قدم چلنا بھی دشوار ہو جاتا ہے ایثار صرف مال و دولت کے خرچ کر دینے کا نام نہیں ہے یہاں احساسات کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے یہ راہ صادق اور کاذب انسانوں میں اس درجہ فرق اور امتیاز پیدا کر دیتی ہے کہ دونوں کا پہچاننا کوئی مشکل نہیں رہتا صادق چوٹ کھا کر آگے بڑھتا ہے اور کاذب کا سارا نشہ کافور ہو جاتا ہے۔

کامیابی کے لئے قول و فعل میں تطابق ضروری ہے۔ عمل کا قصور ہمارے اخلاص کی کمزوری کو ظاہر کر دیتا ہے۔ دل میں اخلاص موجود ہو تو قول کے برخلاف عمل کرنا انسان کی فطرت کے خلاف ہے۔ صرف قول کوئی فائدہ نہیں دے سکتا قول اور عمل میں تضاد اللہ تعالےٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔ لیکن عوام میں جو اہمیت قول کو حاصل ہے وہ عمل کو نہیں۔ قلب میں اخلاص موجود ہو تو اقوال دوسروں کے دلوں میں ایسا اثر پیدا کر دیتے ہیں کہ پھر کسی عقلی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ عملی نمونہ بہترین تبلیغ ہے جس کو کسی دوسری تائید و توثیق کی ضرورت نہیں پڑتی۔

دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ انسان اپنی اصلاح کرے مخلوق کو خالق کی طرف نہ بلائے جب تک خود وہاں نہ پہنچ جائے۔ جو خود حق تعالےٰ کے دروازے پر نہیں پہنچ سکا وہ دوسروں کی رہنمائی کیا کرے گا افسوس ہے اس خائن پیر جس نے خیانت کی اپنے نفس سے۔ اپنے رب سے اور اپنے نبی سے کہ دوسروں کو حکم کرتا ہے اور خود عمل نہیں کرتا دوسروں کو منع کرتا ہے لیکن خود باز نہیں آتا، کہتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا۔ اس کا سارا علم اس کے اوپر وبال ہے نافع نہیں ہے وہ صرف اللہ تعالےٰ کے احکام کا عالم ہے لیکن خدا کی ذات سے جاہل ہے دوسروں کو حق تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور خود اس سے بھاگتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے معراج میں چند جماعتوں کو دیکھا جن کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں تو جواب ملا کہ یہ آپ کی امت کے علماء ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے تھے لیکن خود عمل نہیں کرتے تھے۔ یاد رکھو جب تک قول و فعل میں تطابق نہ ہو دوسروں کو نصیحت کرنا بے سود ہے اپنے دل میں حرارت موجود نہ ہو تو غیروں کے قلوب میں کس طرح حرارت پیدا ہو گی۔ ایک لکڑی جل رہی ہو تو جتنی بھی لکڑیاں اس کے ساتھ لگائی جائیں گے سب جل اُٹھیں گی۔ گیلی لکڑی نہ خود جلتی ہے

نہ دوسری لکڑیوں کو جلاسکتی ہے۔ گلے سے نکلے ہوئے الفاظ کبھی شعلے نہیں بن سکتے دوسروں کی رگوں میں خون کی گردش وہی الفاظ تیز کر سکتے ہیں جو دل کی گہرائیوں سے نکلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قول و فعل میں تطابق کی توفیق عنایت فرمائے ــــ

دل زندہ ہو اور اس میں ایمان کی حرارت موجود ہو تو الفاظ بھی شعلے بن جاتے ہیں

جو انسان خود قربانی دینے کا خوگر نہ ہو وہ دوسروں کو قربانی دینے پر آمادہ نہیں کرسکتا۔ جس کے دل میں خود کوئی تڑپ موجود نہ ہو وہ دوسروں کے دل میں کیا تڑپ پیدا کرسکتا ہے اور ان کا خون کیسے گرما سکتا ہے دوسروں کے دل میں حرارت پیدا کرنے اور ان کا خون گرمانے کے لئے اپنے دل میں آگ کا ہونا ضروری ہے آگ کی خاصیت ہے جلانا، آگ جس رنگ و روپ میں ہو جلائیگی اور رگوں میں خون کی گردش کو تیز کر دے گی، آگ کے شعلے لکڑی کو جلاتے ہیں اور دل کے شعلے دلوں میں شعلے بھڑکا دیتے ہیں دل کی آگ بے جان الفاظ سے نہیں بھڑکا کرتی۔ دل زندہ ہو اور اس میں ایمان کی حرارت موجود ہو تو منہ سے نکلے ہوئے الفاظ بھی شعلے بن جاتے ہیں اور وہ اثر دکھاتے ہیں کہ سننے والوں کی کایا پلٹ جاتی ہے، اثر الفاظ کا نہیں ہوتا اس تاثیر کا ہوتا ہے جو الفاظ کے جامے میں چھپی ہوتی ہے تاثیر دل کی حرارت کا نتیجہ ہوتی ہے الفاظ کی ملمع کاری دلوں پر کوئی دائمی اثر پیدا نہیں کرسکتی، دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے الفاظ تاثیر میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ تاثیر کوئی خارجی چیز نہیں ہے الفاظ کے اندر موجود ہوتی ہے بشرطیکہ وہ دل سے نکلیں۔ دعا بھی اگر دل کی پکار ہو تو مصیبت زدہ کے دل کا سہارا بن جاتی ہے اور اس کا وجدان پکار اٹھتا ہے کہ میری مرض یا مصیبت کا علاج یہی ہے اور اسی کے ذریعے مجھے شفا ہوگی غافل دل سے نکلے ہوئے الفاظ حق تعالےٰ کی درگاہ میں مقبولیت حاصل نہیں کرسکتے دعا کا طالب بننے سے پہلے اپنے اندر وہ عجز پیدا کرنا چاہیئے کہ دعا لبوں پر آتے ہی تاثیر سے محروم نہ رہے ہمیں تو اللہ تعالےٰ سے مانگنے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا۔ اللہ تعالےٰ انسان کے عجز اور خلوص کو دیکھتے ہیں الفاظ کو نہیں دیکھتے۔ پھر جہاں ظاہری سامانِ اسباب نہایت ہی مایوس کن ہوتے ہیں اللہ مسبب الاسباب انسان کی حاجت ایسے طریقے سے پوری کر دیتا ہے جس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے عجز اور اخلاص کے ذریعے یہ ثابت کر کے دکھا دے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی دوسرا اس کا حاجت روا نہیں ہے اور نہ ہی اس کو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے درد ہو تو دوا مل کر رہتی ہے اور اضطراب ہو تو غیب سے تسکین کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں ــــ

بعض صحابہؓ کرام اکیلے اسلام کے بدترین دشمنوں کے قبیلے میں پہنچ جاتے تھے تو ان کا عملی نمونہ دیکھ کر وہ لوگ اسلام کے سچے فدائی اور جانثار بن جاتے تھے اور ہماری فصیح و بلیغ تقریروں سے بھی بہت سے گمراہ انسان راہ راست پر آنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے دلوں میں جو خلوص تھا اور دلوں میں اسلام کا درد تھا اس سے ہمارے سینے اور دل بالکل خالی ہیں ہم اسلام کو اپنی اغراض کی تکمیل کا ذریعہ بناتے ہیں لیکن ہم خود اسلام کی ترقی کا ذریعہ نہیں بنتے۔ ہم اقوال سے کام لیتے ہیں ان کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش ہی نہیں کرتے آج کل اسلام نام ہے کتابوں میں لکھے ہوئے ایک مذہب کا اور ہمارے اعمال ایسے ہیں جن کو دیکھ دوسری قومیں اسلام سے متنفر ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ ہم اسلام کو اقوال میں پیش کرتے ہیں صحابہؓ کرام عملی نمونہ پیش کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ اعمال کو دیکھتے ہیں اقوال کو نہیں دیکھتے ــ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی!
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

نیّت اور عمل

جس ذات کے لئے جو کام کیا جائے اس کا اجر اسی سے ملتا ہے۔ حکومت کا کام کر کے اجرت عوام سے نہیں طلب کی جاسکتی اور نہ ہی عوام کی خدمت سرانجام دے کر اس کا معاوضہ حکومت سے طلب کیا جاسکتا ہے لیکن دین کے معاملے میں ہماری روش عجیب ہے ہم جو کام خدا کیلئے کرتے ہیں اس کی داد عوام سے طلب کرتے ہیں، عبادت کرتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ لوگ ہمیں عابد کہیں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں تو خواہش یہی ہوتی ہے کہ لوگ ہمیں سخی کہیں یہ باتیں خدا کو پسند نہیں اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ خدا سے اجر چاہتے ہو تو مخلوق کی تعریف و توصیف سے بے نیاز ہو جاؤ۔ جن لوگوں کی نظر اُخروی اجر و ثواب پر ہوتی ہے وہ عوام سے داد نہیں چاہتے بلکہ اپنے اعمال کو دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں وہ صرف اللہ تعالےٰ کی رضا کو مدنظر رکھتے ہیں مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ انسان عیاری اور مکاری کے ذریعہ اپنے اعمال کو لوگوں کی نگاہوں میں پسندیدہ تو بنا سکتا ہے لیکن اس ذات کو دھوکہ نہیں دے سکتا جو سینے کے اندر چھپے ہوئے بھیدوں سے بھی واقف ہے اور ارادوں سے بھی باخبر ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے کسی عمل کے کرنے سے پہلے نیت کا درست ہونا ضروری ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا لیکن تمہارے اعمال اور تمہاری نیتوں پر نظر رکھتا ہے کیسا ہی نیک کام ہو چھوٹا یا بڑا اگر نیت نیک ہو اور خلوص کے ساتھ ہو تو اس میں برکت ہوتی ہے جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ زیادہ ہوگا اور ثواب بھی زیادہ ہوگا ـــ اپنی عبادت اور اعمال کے ذریعے لوگوں سے داد حاصل کرنے کا خواہشمند ہونا یہ عبادت کے مقصد کے بالکل خلاف ہے کیونکہ عبادت سے مقصود صرف حق تعالےٰ کی رضامندی ہے، قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو ان کے اعمال کی جزا اور سزا دے گا تو ریاکاروں کو حکم دے گا کہ انہیں کے پاس جاؤ جن کی خاطر نمازیں پڑھتے تھے .... اور عبادتیں کرتے تھے اور انہیں سے اپنا اجر طلب کرو۔ میرے یہاں تمہارے لئے کچھ نہیں ہے۔ جو عمل بھی کرو ایسے طریقے سے کرو کہ اس میں مخلوق کی تعریف کا خیال دل میں نہ آئے ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا اور تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ میاں گردن کو اوپر اٹھاؤ۔ خشوع قلب سے ہوا کرتا ہے نہ کہ گردن سے۔

ہر کار خیر میں صرف اللہ تعالےٰ کی رضا کو مدنظر رکھو اور مخلوق کو بھی دل میں نہ آنے دو اللہ تعالےٰ وہی اعمال قبول کرتا ہے جو صرف اس کی رضا کے لئے کئے گئے ہیں۔ جو عبادت خالص اللہ کے لئے کی جائے وہ اطاعت الٰہی ہے اور وہ ایک ذخیرہ ہے جو اس حیاتِ فانی میں حیات جاودانی کیلئے جمع کرتے ہو اور وہی آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنے گا۔ (ماخوذ از نشان راہ)

بقیہ
خطبۂ جمعہ صفحہ ۶ سے آگے

میرے اللہ کریم! میری قوم کو ہدایت کا نور عطا فرما کہ وہ مجھے نہیں جانتے اور اب تک مجھے نہیں سمجھ سکے"

بخاری شریف

میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے اور آپ کو لیٹتے ہی نیند آگئی۔ آپ نے اپنی تلوار درخت کی ایک شاخ میں آویزاں کردی۔ اتنے میں ایک دشمن غوث بن حراث آیا اور تلوار نکال کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا اور گستاخانہ لہجہ میں گویا ہوا "بتا! اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟" آپ نے چھوٹتے ہی جواب "اللہ" اس جواب میں ایسی روحانیت بھری ہوئی تھی کہ وہ چکر کھاکر گر پڑا اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی آپ نے فوراً بڑھ کر تلوار اٹھالی اور فرمایا اب تجھے کون بچاسکتا ہے؟" وہ یہ الفاظ سن کر سناٹے میں آگیا۔ اس پر ہیبت طاری ہوگئی اور زندگی سے مایوسی کا نقشہ اس کی آنکھوں میں جھلکنے لگا۔ آپ نے قرینے سے اس کے یاس و اضطراب کا اندازہ کر لیا اور فرمایا "جاؤ! میں انتقام نہیں لیا کرتا۔ یہ میرا کام نہیں"

غوث یہ غیر متوقع کرم اور جان بخشی دیکھ کر حیرت میں آگیا۔ کچھ دیر تک اس پر سکتہ کا سا عالم طاری رہا اور اس کے بعد وہ وہیں کلمۂ شہادت پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔ اب اندازہ فرمایئے! کہیں ڈھونڈے سے بھی عفو و کرم کی ایسی نظیر مل سکے گی؟

دشمنوں پر کرم و لطف کی اور مثال سنیئے! مکہ میں قحط پڑتا ہے۔ ایسا شدید قحط کہ لوگ مردار ہڈیاں کھانی شروع کردیتے ہیں۔ دشمنوں کے کیمپ میں بدحواسی پھیل جاتی ہے۔ جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ انہیں دشمنوں میں سے ایک سردار ابن حرب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ خود سمجھتا ہے کہ میں آپ کا جانی دشمن ہوں اور آپ بھی میری شرارتوں سے واقف ہیں لیکن آپ کی ذات منبع جود و کرم ہے اور دوست دشمن سب سمجھتے ہیں کہ اس بحر سخا سے اپنا پرایا ہر شخص مستفیض ہوسکتا ہے۔ پورے بھروسہ سے کہتا ہے کہ محمد! آپ تو لوگوں کو صلۂ رحمی اور حسن سلوک کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ دیکھیئے! آپ کی قوم ہلاک ہورہی ہے۔ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ قحط کی مشکل کو آسان فرمائے آپ نے اسی وقت دستِ دعا بارگاہِ رب العزت میں بلند کردیئے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی۔ خوب بارش ہوئی اور کھیتیاں سیراب ہوگئیں۔ یہ ہیں لطف و کرم اور پیغمبر اسلام کی مخلوقِ خدا سے محبت و شفقت کی تجلیاں کہ دوست تو دوست دشمنوں تک کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں۔

حُسنِ ادائیگی

عیاض میں مرقوم ہے ایک روز ایک یہودی زید بن سعنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا قرض مانگنے آیا۔ آتے ہی چادر مبارک آپ کے شانۂ مبارک سے اتار لی اور آپ کا گریبان مبارک پکڑ کر جوش میں بکنے لگا کہ عبدالمطلب کے خاندان والے بڑے نادہند ہوتے ہیں میرا قرضہ دلاؤ۔ اس گستاخی پر پیرِ تو جلالِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تاب نہ رہی۔ غصہ میں سرخ ہوگئے اور اسے پوری شدت و سختی کے ساتھ ڈانٹ بتائی۔ دوسری طرف اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گلا اس شریر و گستاخ یہودی کی گرفت سے گھٹنے لگا تھا مگر آپ کے قلبِ اطہر پر ذرا برابر بار نہ گزرا اور ہنسنے لگے۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "عمر! تمہیں لازم تھا کہ اس سے سخت برتاؤ نہ کرتے۔ آخر میں اس کا قرضدار ہوں۔ تمہیں چاہیئے تھا کہ مجھے حُسنِ ادائیگی کے لئے کہتے اور اسے حسنِ تقاضا کی تلقین کرتے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہودی سے مخاطب ہوئے اور فرمایا "زید! ابھی تو یوم وعدہ میں تین روز باقی ہیں۔ خیر آپ کی مرضی" پھر آپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "اچھا۔ اس کا قرضہ پہلے ہی چکا دو۔ اور دیکھنا اسے بیس صاع زیادہ دینا کیونکہ تم نے اسے ڈرایا دھمکایا ہے"

یہ ہے حُسنِ ادائیگی اور دوسرے کا خیال آج تو لوگ قرض لے کر ادا کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے۔

(باقی باقی)



مشتاق حسین بخاری

نام کتاب :- دلچسپ داستان
صفحات ۳۲ ہدیہ ۱۹ پیسے فی نسخہ۔ مفت ۵ روپیہ فی ہزار اصحاب خیر کے لئے جنہیں تقسیم کرنا مقصود ہو۔
ناشران :- انجمن تحفظ ختم نبوت چنیوٹ
مصنف :- مولانا منظور احمد صاحب صدر مدرس جامعہ عربیہ چنیوٹ ضلع جھنگ

مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی فراعنہ مرزائیہ کے لئے مثیل کلیم ہیں، مرزائیوں کو ہر میدان میں للکارتے ہیں اور شکستِ فاش دیتے ہیں۔ زیر نظر رسالہ میں ان کی طرف سے قادیانیوں کو دعوتِ مباہلہ اور اس سے قادیانیوں کے فرار سے متعلق مکمل روئداد بحوالہ اعلانات اخبارات وغیرہ وغیرہ بیان کی گئی ہے جیسا کہ اہل علم پر واضح ہے کہ دعوت مباہلہ منکرین پر آخری حجت ہوتی ہے اور دعوت مباہلہ کی اوسی میں جرأت ایمانی ہوتی ہے جو قطعاً حق پر ہو اور اس سے فرار ظاہر ہے وہی کرے گا جو اپنے مذہبی ڈھونگ سے پوری طرح واقف۔ تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ کفر کے قیل و قال کے حصار کو اگر کبھی کسی نے مسمار کیا تو وہ اہل اللہ کی طرف سے دعوت مباہلہ ہوا کرتی تھی۔ بیان اور انداز بیان دونوں دلچسپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا منظور احمد صاحب موصوف کی عمر میں برکت عطا فرمائے جو تبلیغ دین کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

نام کتاب :- صحابہؓ معیارِ حق ہیں
مودودی مسلک پر نقد و نظر
تصنیف : راس المحققین مولانا سید امین الحق صاحب خطیب جامع مسجد شیخوپورہ
ناشر :- حکیم جمال الدین صاحب مالک احمد یونانی دواخانہ اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور صفحات = ۹۶
سرورق دیدہ زیب ہدیہ ۲ روپیہ

علمائے حق اور صوفیائے کرام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے اسلام سے نہ صرف کتاب و سنت کے اتباع میں سرگرداں رہے ہیں بلکہ انہوں نے قال اللہ و قال الرسول و سیرۃ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تحفظ کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں۔ لیکن اس کے برعکس ایسے بھی "عالم" موجود ہیں جو اجتہاد و تجدید کے شوق میں لسان و قلم کی جولانیاں

دکھاتے ہیں۔ اور اُن کی جسارت اس درجہ پہنچ جاتی ہے کہ اصحاب رسولؐ پر طعن کی زبان کھولنے لگتے ہیں اور اس کے معیارِ حق ہونے پر شک و شبہ کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر الحمد للہ بندگانِ حق بھی ہر دور میں موجود رہے جو ان بے راہ علماء کا ہر میدان میں تعاقب کرتے ہیں اور شانِ صحابہؓ کا علم تھامے ہوئے میدان میں نکلتے ہیں حضرت مولانا سید امین الحق صاحب مدظلہٗ نے مقام صحابہ رضؓ بیان کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ کیوں اور کیسے، ہر حالت میں ہمارے لئے معیار اور حجت ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے اقوال صحابہؓ و ائمہ مذاہب و طریقت سے شواہد پیش کئے ہیں کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے

اللہ تعالےٰ مولانا کی اس قلمی و تحقیقی کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین ــــ

بچوں کا صفحہ

دو دعائیں

واصف خلیلی

ایک اعرابی کہتا ہے :۔

ایک عربی بادو اپنے خیمے میں بیٹھا خدا کے حضور بڑے الحاح و زاری سے دعا کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا:۔

اے وہ ذات جس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اور خیالوں میں وہ نہیں آ سکتا، اور اس کی صفت اچھے سے اچھے، صفت بیان کرنے والے بیان نہیں کر سکتے اس کو حوادث چھو نہیں سکتے اور وہ ذات عالی کسی انقلاب و حادثہ سے متاثر نہیں ہو سکتی، جو پہاڑوں کے وزن کو بخوبی جانتا ہے اور سمندر کے بوجھ کا اس کو بخوبی علم ہے، بارش کے قطروں کی تعداد اس کے علم میں ہے، اسی طرح دنیا کے درختوں کی پتیوں سے واقف ہے، رات کی تاریکی اور دن کی روشنی میں جو کچھ ہوتا ہے اس سے باخبر ہے، نہ آسمان اس سے کچھ چھپا سکتا ہے نہ زمین اپنے حصہ کی کسی چیز کو پوشیدہ رکھ سکتی ہے، نہ سمندر اپنی گہرائی میں کسی چیز کو چھپا سکتا ہے اور نہ پہاڑ اپنی تہہ میں پوشیدہ رکھ سکتا ہے اے خدا جو ان صفات کا مالک ہے، میری عمر کا وہ حصہ بہتر بنا جو اس کا آخری حصہ ہو اور اعمال میں وہ عمل بہتر فرما جو زندگی کا آخری عمل ہو اور دنوں میں وہ دن بہتر کر جس دن میں تجھ سے ملوں۔ اے اسلام کے ولی اور مسلمانوں کے نگہبان اسلام پر مجھ کو قائم اور ثابت قدم رکھ، یہاں کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں"۔

یہ دُعا ہمارے آپ کے سب کے کام کی ہے، اللہ تعالےٰ ہم سب کو اسلام پر قائم اور ثابت رکھے۔ (آمین)

ایک بزرگ فرماتے ہیں :۔

سورج غروب ہو رہا ہے، بغداد کے ایک یوسف الرازی دوسرے بزرگوں کے درمیان بڑے درد و سوز سے یہ دعا کر رہے ہیں۔

"اے خدا جس نے میرے کان اپنی معرفت کے جاننے کا ذریعہ بنائے اور میرا قلب اپنی یاد اور ذکر کا مرکز بنایا ۔ اے وہ ذات جس نے اپنی بخششوں اور عطایا کا مجھ پر احسان کیا، مجھ کو اپنی رسی کا مضبوط پکڑنے والا بنا، اور جو تو نے انعامات کئے اور جو بخششیں کیں ان کو مضبوط تھامنے والا کر، اور اپنی نعمت کی تکمیل اس طرح فرما کہ اپنی معرفت میرے قلب میں دائم و قائم رکھ جس طرح تو نے میری صورت کی تکمیل و تزئین کی، اور اس راہ پر مستقیم فرما یا جو تجھ تک پہنچاتی ہے اور اس نعمت کو بھی اپنی بے شمار نعمتوں میں فرمایا اور مجھ کو شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور میرے قلب میں اس کو جما دے اور اپنی محبت میرے دل سے مت نکال، اے عزت و جلال، حسن و جمال، نور و چمک کے مالک اور اللہ کی حمد و ثنا ہے اول و آخر،

اس دعا پر سارے حاضرین نے آمین کہی اور سب کے سب نماز مغرب کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

کون ایسا مسلمان ہے جس کو اس دُعا کی ضرورت نہیں، خدا کی معرفت ذکر و فکر شکر و امتنان، محبت الٰہی کی خواہش سبھی کو ہے، اے اللہ ان تمام صفات کا حامل ہم سب کو فرما" (آمین)

حدیث کی روشنی میں

ایک بار درود شریف کے بدلہ دس رحمتیں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے (مسلم)

درود کی کثرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا ذریعہ

حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں وہ لوگ مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہوں گے جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجیں گے (ترمذی)

جمعہ کے دن دُرود کی کثرت

حضرت اوس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کا دن سب دنوں سے افضل ہے تو جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ (ابو داؤد)

نام سن کر درود نہ پڑھنے والوں کے لئے وعید

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے (ترمذی)

وہ بخیل ہے جو دُرود نہ بھیجے

حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے (ترمذی)

میری قبر کو میلہ نہ بناؤ

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قبر کو میلہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو وہ مجھ کو پہنچ جائیں گے، چاہے تم کہیں بھی ہو (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر پلٹاتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں (ابو داؤد)

خدام الدین لاہور
چیف ایڈیٹر
عبیداللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ٦٠٤٧

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۲۱/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۴۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء